سیرت

حضرت عثمان بن عفانؓ

اور

نظام خلافت

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

نام	:	سیرت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور نظام خلافت
مصنف	:	مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ
اردو ایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۱۰۰۰
سال	:	۲۰۲۰ء
قیمت	:	۶۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.

Website: www.islamicjpamn.com

E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com

Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
۲۔ نیو سلور بک ایجنسی، 14 محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 182-A 5 گرین لینڈ کیمپس، پوکھر پور، کانپور	9935044343
۶۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

مقدمہ ۷
حضرت عثمان بن عفانؓ ذُوالنورین کا تعارف ۹
حضرت عثمان غنیؓ کی پیدائش ۹
حضرت عثمانؓ کا قبول اسلام ۱۰
اموی خاندان اور بنو ہاشم ۱۰
حضرت عثمان غنیؓ کی شادی ۱۱
حبشہ کی طرف ہجرت ۱۱
مدینہ کی طرف ہجرت ۱۲
بیر ومہ (کنواں) کی خریداری ۱۲
غزوۂ بدر اور حضرت رقیہؓ کی علالت ۱۳
حضرت رقیہؓ کا مرض ۱۳
حضرت رقیہؓ کی تدفین ۱۳
حضرت عثمان غنیؓ کی غزوۂ احد میں شرکت ۱۴
آپ کی دیگر غزوات میں شرکت ۱۵
حضرت عثمانؓ کی سفارتی خدمات ۱۵
غزوۂ تبوک میں حضرت عثمانؓ کی فیاضی ۱۶
حجۃ الوداع میں ہمرکابی ۱۶
خلافت صدیقی میں مجلس شوریٰ کے رکن ۱۷
حضرت عمرؓ کا خلافت کے لئے چھ نام تجویز کرنا ۱۷
حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت ۱۷
حضرت عثمانؓ کی فتوحات ۱۸
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی ۲۰
طرابلس کی فتح ۲۰
افریقیہ یعنی الجزائر اور مراکش کی فتح ۲۱

اسپین کی فتح ۲۱
عبداللہ بن ابی سرحؓ کو انعام ۲۱
قبرص کی فتح ۲۲
بصرہ کے والیوں کی معزولی ۲۳
متفرق فتوحات ۲۴
حضرت عثمانؓ کی شہادت کا عظیم واقعہ ۲۴
مال و دولت کی کثرت ۲۵
فساد کے بعض اسباب ۲۵
سازشوں کی یلغار ۲۷
بصرہ میں فتنہ پرداز جماعت ۲۸
خلافت کے لئے مختلف شخصیات پر نظر ۲۸
مفسدین مدینہ ۳۰
حضرت عثمان غنیؓ کو بدنام کرنے کی سازش ۳۰
فسادیوں کے اعتراضات ۳۱
اعتراض کے جوابات ۳۳
معزولی صحابہ ۳۳
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۳۴
حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ۳۴
حضرت عمار بن یاسرؓ ۳۴
حضرت عبداللہ بن خالد کو عطیہ ۳۸
حضرت زید بن ثابتؓ کا واقعہ ۳۹
مصحف کا واقعہ ۴۱
مفسدین کوفہ کی خواہش ۴۳
تحقیقاتی وفود ۴۴
انقلاب کی کوشش ۴۴

جمعہ کا خطبہ ۴۵
خلافت سے کنارہ کشی کا مطالبہ ۴۶
حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ ۴۶
باغیوں کو سمجھانے کی حضرت عثمانؓ کی کوشش ۴۷
جاں نثاروں کے مشورے اور اجازت طلبی ۴۸
شہادت کی تیاری ۵۰
حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ۵۰
حضرت عثمان غنیؓ کی تدفین ۵۱
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر صحابہ کا حال ۵۲
حضرت عثمان غنیؓ کا نظام خلافت ۵۳
عمال کی مجلس شوریٰ ۵۴
صوبوں کی تقسیم ۵۴
اختیارات کی تقسیم ۵۵
حکام کی نگرانی ۵۵
ملکی نظم ونسق کا دستور العمل ۵۶
بیت المال اور وضائف کا نظام ۵۶
دفاتر کے لئے عمارتوں کی تعمیرات ۵۶
سیلاب کے بچانے کی تدبیر ۵۷
مسجد نبویؐ کی تعمیر وتوسیع ۵۷
فوجی انتظامات ۵۸
امارت بحریہ ۵۹
دین کی اشاعت وتبلیغ ۵۹
حضرت عثمان غنیؓ کی خصوصیات ۶۰
کتابت وحی ۶۰
تقریر وخطابت کا ملکہ ۶۱
قرآن مجید سے خاص شغف ۶۱

حدیث شریف میں احتیاط ۶۲
حضرت عثمان غنیؓ کا فقہی واجتہادی عمل ۶۲
علم الفرائض یعنی ترکہ میں تقسیم پر خاص توجہ ۶۳
حضرت عثمان غنیؓ کا خوف خدا ۶۴
رسول کریم ﷺ کی محبت اور ہمرکابی ۶۴
احترام رسول ﷺ ۶۵
حضرت عثمان غنیؓ کا اتباع سنت ۶۵
حضرت عثمان غنیؓ کا خاص وصف حیاء ۶۶
حضرت عثمان غنیؓ کا زہد وتقویٰ ۶۶
حضرت عثمان غنیؓ کی تواضع کا عالم ۶۷
آپ کی ایثار کا جزبہ ۶۷
آپ کی فیاضی ۶۷
بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری ۶۸
اعزہ اور احباب کے ساتھ حسن سلوک ۶۸
صبر وتحمل کے پیکر ۶۹
مذہبی زندگی ۶۹
گھریلو حالات ۷۰
معاشی وسائل ۷۰
آپ کی مالی حیثیت ۷۰
آپ کی زراعت ۷۰
غذا میں سادگی اور صفائی کا مزاج ۷۱
لباس ۷۱
آپ کا حلیہ مبارک ۷۱
آپ کی ازواج واولاد ۷۱

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

حضرت عثمانؓ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا، آپ کے جد اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے رئیسوں میں سے تھے، خلفائے بنی امیہ اسی امیہ بن عبد شمس کی طرف سے منسوب ہوکر ''امویین'' کے نام سے مشہور ہیں، قریش کا قومی جھنڈا اسی خاندان کے قبضہ میں تھا، جنگ فجار میں اسی خاندان کا نامور سردار حرب بن امیہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت رکھتا تھا، عقبہ بن مُعیط نے جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا وہ اموی تھا، اسی طرح ابو سفیان بن حرب جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے غزوۂ بدر کے بعد تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کیا تھا وہ اسی اموی خاندان کے ایک رکن تھے، غرض حضرت عثمانؓ کا خاندان شرافت، ریاست اور غزوات کے لحاظ سے عرب میں نہایت ممتاز تھا اور بنو ہاشم کے سوا کوئی دوسرا خاندان اس کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ نے اپنی فطری عفت، پارسائی، دیانتداری کے باعث اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ ایک روز وہ حسب معمول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو شروع کی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی گفتگو سے آپ اتنے متأثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ ابھی دونوں بزرگ جانے کا خیال ہی کررہے تھے کہ خود سرور کائنات ﷺ تشریف لے آئے اور حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا۔ ''عثمان! خدا کی جنت قبول کر، میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہو'' حضرت عثمانؓ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں خدا جانے کیا

تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمۂ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دیکر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

آپ نے پوری زندگی رسول کریم ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری میں پیش قدمی کی جس کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی نسبت فرمایا کہ ''جس سے فرشتے شرماتے ہیں کیا میں اس سے نہ شرماؤں''۔ ''ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں اور جنت میں میرا رفیق عثمانؓ ہے''۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ''میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمانؓ ہیں''۔

انہیں صفات کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کے یہاں آپ کا وہ مقام حاصل ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح ایک کے بعد دوسری کا کیا اور حضرت عثمانؓ سے ہی صلح حدیبیہ کے زمانے میں سفیر کا کام بھی لیا۔

اسی طرح صحابہ کے درمیان بھی آپ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی جس کی وجہ سے خلافت کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی جسے آپ نے بخوبی انجام دیا، آپ کی خدام کے ساتھ نرمی اور انتظامی تربیت بے مثال ہے جس میں امت کے لئے بے انتہا رہنمائی ملتی ہے۔ الحمد للہ اس موضوع پر تو بہت سی تفصیلی کتابیں موجود ہیں لیکن اس کتاب کو ہندی داں طبقے کو واقف کروانے کی غرض سے تیار کی گئی ہے جس میں اکثر حصہ مولانا معین الدین ندوی مرحوم کی کتاب ''سیر الصحابہ'' سے اور تاریخ طبری، ابن اثیر، ابن خلدون اور تاریخ الخلفا جیسی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، اب آخر میں ہم جناب صدیق الا نہ صاحب اور احمد الا نہ صاحب کے شکر گزار ہیں جو ہماری ہمیشہ ہمت افزائی فرماتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اجر عظیم نصیب فرمائے۔ والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۶/۴/۲۰۲۰ء ۲ رمضان ۱۴۴۱ھ

حضرت عثمان بن عفانؓ ذُوالنورین کا تعارف

آپ نام عثمان تھا ،ابوعبداللہ اورابوعمرکنیت اورذوالنورین لقب تھا۔والد کا نام عفان،والدہ کا نام اروٰی بنت کریز تھا اور حضرت عثمانؓ کا سلسلہ پانچویں پشت میں عبد مناف پررسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے ،حضرت عثمانؓ کی نانی بیضا ام الحکیم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اوررسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں اس لئے وہ ماں کی طرف سے حضرت سرورکائنات ﷺ کے قریشی رشتہ دار ہیں۔(فتح الباری کتاب المناقب)

آپ کو ذوالنورین (دونوروں والا)اس لئے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دوصاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عثمانؓ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا آپ کے جداعلیٰ امیہ بن عبدشمس قریش کے رئیسوں میں تھے،خلفائے بنوامیہ بن عبدشمس کی طرف سے منسوب ہوکر''امویین'' کے نام سے مشہور ہیں،عقاب یعنی قریش کا قومی علم اسی خاندان کے قبضہ میں تھا،جنگ فجار میں اسی خاندان کا نامور سردار حرب بن امیہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت رکھتا تھا ۔عقبہ بن معیط نے جو اپنے زوراثر اورقوت کے لحاظ سے اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اموی تھا،اسی طرح ابوسفیان بن حرب جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے غزوۂ بدر کے بعد تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کیا تھا اسی اموی خاندان کے ایک رکن تھے غرض حضرت عثمانؓ کا خاندان شرافت،ریاست اورغزوات کے لحاظ سے عرب میں نہایت ممتاز تھا اور بنوہاشم کے سوا دوسرا خاندان اس کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی پیدائش

حضرت عثمانؓ واقعہ فیل کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبویؐ سے ۴۷ برس قبل پیدا ہوئے،بچپن

اورسن رشد کے حالات پردۂ خفا میں ہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام اہل عرب کے خلاف اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا،عہد شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اوراپنی صداقت،دیانت اورراست بازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل کیا۔

حضرت عثمانؓ کا قبول اسلام

حضرت عثمانؓ کی عمر کا چونتیسواں سال تھا کہ مکہ میں توحید کی صدا بلند ہوئی۔گوملکی رسم ورواج اورعرب کے مذہبی تخیل کے لحاظ سے حضرت عثمانؓ کے لئے یہ آواز نامانوس تھی ،تاہم وہ اپنی فطری عفت،پارسائی،دیانتداری اوراستبازی کے باعث اس داعی حق کو لبیک کہنے کے لئے بالکل تیار تھے۔

حضرت ابوبکرصدیقؓ ایمان لائے توانہوں نے دین مبین کی تبلیغ واشاعت کواپنا نصب العین قرار دیا اوراپنے حلقۂ احباب میں تلقین وہدایت کا کام شروع کیا۔ایام جاہلیت میں ان سے اورحضرت عثمانؓ سے ارتباط تھا اوراکثر نہایت مخلصانہ صحبت رہتی تھی۔ایک روز وہ حسب معمول حضرت ابوبکرصدیقؓ کے پاس آئے اوراسلام کے متعلق گفتگو شروع کی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ابھی دونوں بزرگ جانے کا خیال ہی کررہے تھے کہ خودسرورکائنات ﷺ تشریف لے آئے اورحضرت عثمانؓ کو دیکھ کرفرمایا۔''عثمان!خدا کی جنت قبول کر،میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں''حضرت عثمانؓ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمۂ شہادت پڑھنے لگا اوردست مبارک میں ہاتھ دیکر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔(اصابہ جلد ۸ تذکرہ سعدی بنت کریز)

اموی خاندان اور بنوہاشم

حضرت عثمانؓ کا تعلق اموی خاندان سے تھا جو بنو ہاشم کا حریف تھا اوررسول اللہ ﷺ کی کامیابی کو اس لئے خوف وحسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا کہ اس طریقہ سے عرب کی سیادت

کی باگ بنوامیہ کے ہاتھ سے نکل کر بنو ہاشم کے دست اقتدار میں چلی جائے گی۔یہی وجہ تھی کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان وغیرہ اس تحریک کے دبانے میں نہایت سرگرمی سے پیش پیش تھے،لیکن حضرت عثمانؓ کا آئینہ دل خاندانی تعصب کے گرد وغبار سے پاک تھا۔اس لئے اس قسم کی کوئی پیش بینی ان کی صفائے باطن کو مقدر نہ کرسکی۔انہوں نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خاندان کے خلاف اس زمانہ میں حق کی آواز پر لبیک کہا۔جبکہ صرف پینتیس یا چھتیس زن ومرد اس شرف سے مشرف ہوئے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شادی

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ کو وہ شرف حاصل ہوا جوان کی زندگی کا سب سے درخشاں باب ہے،یعنی رسول کریم ﷺ اپنی فرزندی میں قبول فرمایا۔آپ ﷺ کی منجھلی صاحبزادی رقیہؓ کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر اسلام کے بعد عتبہ کے باپ ابولہب کو رسول کریم ﷺ سے اتنی عداوت ہوگئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی۔رسول کریم ﷺ نے صاحبزادی ممدوحہ کا دوسرا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا۔حضرت عثمانؓ کی اس شادی کے متعلق بعض لغو روایتیں کتابوں میں ہیں،مگر محدثین نے موضوعات میں ان کا شمار کیا ہے۔

حبشہ کی طرف ہجرت

مکہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کی آگ روز بروز زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی۔حضرت عثمانؓ بھی اپنی وجاہت اور خاندانی عزت کے باوجود عام بلاکشان اسلام کی طرح جفا کاروں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے،ان کو خود ان کے چچا نے باندھ کر مارا۔اعزہ واقارب نے سردی مہری شروع کی اور رفتہ رفتہ ان کی سخت گیری اور جفا کاری یہاں تک بڑھی کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہوگئی اور بالآخر خود رسول کریم ﷺ کے اشارہ سے اپنی اہلیہ محترمہ رقیہؓ کو ساتھ لے کر ملک حبش کی طرف روانہ ہوگئے

،چنانچہ یہ پہلا قافلہ تھا جو حق وصداقت کی محبت میں وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر جلاوطن ہوا۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا اس لئے پریشان خاطر تھے ایک روز ایک عورت نے خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا اتنا معلوم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔یعنی اس میری امت میں عثمانؓ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو لے کر جلاوطن ہوا۔'' حضرت عثمانؓ اس ملک میں چند سال رہے،اس کے بعد جب بعض اور صحابہؓ قریش کے اسلام کی غلط خبر پاکر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمانؓ بھی آگئے۔یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے،اس بنا پر بعض صحابہ پھر ملک حبش کی طرف لوٹ گئے،مگر حضرت عثمانؓ پھر نہ گئے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

اسی اثنا میں مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی ہجرت کا ایما فرمایا۔تو حضرت عثمانؓ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت اوس بن ثابتؓ کے مہمان ہوئے اور آپؐ نے ان میں اور حضرت اوس بن ثابتؓ میں برادری قائم کردی۔(طبقات قسم اول جزو ۳ ص ۳۸)

اس مؤاخات سے دونوں خاندانوں میں جس قدر محبت اور یگانگت پیدا ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت حسان بن ثابتؓ تمام عمر سوگوار رہے اور ان کا نہایت پُردرد مرثیہ لکھا۔

بیر رومہ (کنواں) کی خریداری

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بیر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا،لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا،حضرت عثمانؓ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنوئیں کو خرید کر وقف کردینا چاہا،سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا۔حضرت

عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لئے کافی ہوتا تھا۔ یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اس طرح اسلام میں حضرت عثمانؓ کے فیض کرم کا یہ پہلا ترشح تھا، جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

غزوۂ بدر اور حضرت رقیہؓ کی علالت

مکہ والوں سے سب سے پہلی جنگ جو بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی، حضرت عثمانؓ اس میں ایک اتفاقی حادثہ کے باعث شریک ہونے سے مجبور رہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر حضرت رقیہؓ بیمار ہوگئی تھیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ میں تیمارداری کے لئے چھوڑ دیا اور فرمایا تم کو شرکت کا اجر اور مال غنیمت کا حصہ دونوں ملے گا۔ اور خود تین سو سترہ ۳۱۷ صحابہ کے ساتھ بدر کی طرف تشریف لے گئے۔ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ)

حضرت رقیہؓ کا مرض

حضرت رقیہؓ کا یہ مرض درحقیقت پیام موت تھا، غمگسار شوہر کی جانفشانی وتندہی سب کچھ کرسکتی تھی لیکن قضائے الٰہی کو کیونکر رد کرتی۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر حاضری ہیمیں چند روز بعد وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت رقیہؓ کی تدفین

حضرت عثمانؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اس ملکۂ جنت کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے کہ نعرۂ تکبیر کی صدا آئی، دیکھا تو حضرت زید بن حارثہؓ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ پر سوار فتح بدر کا مژدہ لے کر آرہے ہیں، محبوب بیوی اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر کی

وفات کا سانحہ کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ اس حادثہ کے بعد حضرت عثمانؓ ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے تھے۔ کچھ اسلام کی پہلی امتحان گاہ (بدر) سے محرومی کا بھی افسوس تھا۔

حضرت عمرؓ نے ہمدردی کے طور پر کہا کہ جو ہونا تھا ہوگیا، اب اس قدر رنج وغم سے کیا فائدہ؟ حضرت عثمانؓ نے کہا افسوس! میں جس قدر اپنی محرومئ قسمت پر ماتم کروں کم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن میری قرابت کے سوا تمام قرابت داریاں منقطع ہوجائیں گی۔ افسوس کہ میرا رشتہ خاندان رسالت سے ٹوٹ گیا۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۹)

حضرت عثمان غنیؓ کی غزوۂ احد میں شرکت

شوال ۳ھ میں جب غزوۂ احد پیش آیا تو پہلے غازیان دین کے غنیم کو شکست دے کر میدان سے بھگا دیا۔ لیکن وہ مسلمان تیرانداز جو عقب کی حفاظت کر رہے تھے، اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے لگے۔ کفار نے اس جنگی چوک سے فائدہ اٹھایا اور پیچھے سے حملہ کر دیا، مسلمان اس سے غافل تھے اس لئے اس ناگہانی حملہ کو روک نہ سکے اور بے ترتیبی سے منتشر ہوگئے۔ اسی اثنا میں مشہور ہوگیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت پائی۔ اس افواہ نے جان نثاروں کے حواس اور بھی گم کر دیئے۔ سوائے چند آدمیوں کے جو جہاں تھا وہیں متحیر ہوکر رہ گیا۔ حضرت عثمانؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔

جنگ احد میں صحابہؓ کا منتشر ہوجانا اگرچہ ایک اتفاقی سانحہ تھا جو مسلمان تیر اندازوں کی غلط فہمی کے باعث پیش آیا تاہم لوگوں کو اس کا سخت ملال تھا۔ خصوصاً حضرت عثمانؓ نہایت پشیمان تھے، لیکن یہ اتفاقی بات تھی، اس لئے خدائے پاک نے وحی کے ذریعہ سے عفو عام کی بشارت دی:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۵۵﴾ (سورہ آل عمران: ۱۵۵)

ترجمہ: ''اور تم سے وہ لوگ جنہوں نے جنگ کے موقع پر پشت دکھادی، حقیقت میں شیطان نے ان کے بعض اعمال کے بدلہ میں پھسلا دیا۔ اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور بے شک خدا بڑا حلم والا اور آمرزگار ہے۔

آپ کی دیگر غزوات میں شرکت

غزوۂ احد کے بعد ۴ھ میں غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا، رسول کریم ﷺ جب اس مہم میں تشریف لے گئے تو حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۳۹)

پھر بنونضیر کی جلاوطنی عمل میں آئی۔ اس کے بعد ۵ھ میں غزوۂ خندق کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت عثمانؓ ان تمام مہمات میں شریک تھے۔ ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے زیارت کعبہ کا قصد فرمایا۔ حدیبیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرکین آمادۂ پرخاش ہیں، چونکہ رسول اللہ ﷺ کو لڑنا مقصود نہیں تھا۔ اس لئے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔

حضرت عثمانؓ کی سفارتی خدمات

یہ مکہ پہنچے تو کفار قریش نے ان کو روک لیا اور سخت نگرانی قائم کردی کہ وہ واپس نہ جانے پائیں جب کئی دن گزر گئے اور حضرت عثمانؓ کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا تو مسلمانوں کو سخت تردد ہوا۔ اسی حالت میں افواہ پھیل گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سن کر حضرت عثمانؓ کے خون کے انتقام کیلئے صحابہؓ سے جو تعداد میں چودہ سو تھے، ایک درخت کے نیچے بیعت لی اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت لی، یہ حضرت عثمانؓ کے تاج فخر کا وہ طرۂ شرف ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کے حصہ میں نہ آیا۔

ایک دفعہ ایک خارجی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ یہ سچ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بیعت رضوان نہیں کی آپ نے جواب دیا کہ عثمانؓ اس وقت موجود نہ تھے مگر اس ہاتھ نے ان کی طرف سے قائم مقامی کی جس سے بہتر کوئی دوسرا ہاتھ نہیں۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۶ آنحضرت ﷺ کے اس اعزاز عطا فرمانے کا ذکر بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ میں

بھی ہے اور واقعات کی تفصیلات بخاری کتاب الشروط والمصالحۃ مع اہل حرب میں ہے)

لیکن درحقیقت یہ بیعت تو حضرت عثمانؓ ہی کے خون کے انتقام کے لئے منعقد ہوئی تھی، اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے۔ آخر میں مشرکین قریش نے مسلمانوں کے جوش سے خائف ہوکر مصالحت کر لی اور حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ اس سال بغیر عمرہ کئے اپنے فدائیوں کے ساتھ واپس چلے آئے۔

۷ھ میں معرکہ خیبر پیش آیا۔ پھر ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اسی سال ہوازن کی جنگ ہوئی جو غزوۂ حنین کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمانؓ ان تمام معرکوں میں شریک رہے۔

غزوۂ تبوک میں حضرت عثمان کی فیاضی

۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، اس کا تدارک ضروری تھا، لیکن یہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ کو سخت تشویش ہوئی اور صحابہؓ کو جنگی سامان کے لئے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی۔ اکثر لوگوں نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ حضرت عثمانؓ ایک متمول تاجر تھے۔ اس زمانہ میں ان کا تجارتی قافلہ ملک شام سے نفع کثیر کے ساتھ واپس آیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات تنہا اپنے ذمہ لے لئے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق غزوۂ تبوک کی مہم میں تیس ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے۔ اس بنا پر گویا حضرت عثمانؓ نے دس ہزار سے زیادہ فوج کے لئے سامان مہیا کیا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ اس کے لئے ایک ایک تسمہ تک ان کے روپے سے خریدا گیا تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے۔ رسول کریم ﷺ اس فیاضی سے اس قدر خوش تھے کہ اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے اور فرماتے تھے: آج کے بعد عثمان کا کوئی کام اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ **(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۲)**

حجۃ الوداع میں ہمرکابی

۱۰ھ میں سید البشر ﷺ نے آخری حج کیا جو حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے، حضرت

عثمانؓ بھی ہمرکاب تھے۔حج سے واپس آنے کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۱ھ کی ابتداء میں سرور کائنات ﷺ بیمار ہوئے اور بارہویں ربیع الاول دوشنبہ کے دن رہگزین عالم جاوداں ہوئے۔

خلافت صدیقی میں مجلس شوریٰ کے رکن

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے دست مبارک پر خلافت کی بیعت ہوئی،خلافت صدیقی میں حضرت عثمانؓ مجلس شوریٰ کے ایک معتمد رکن تھے۔سوادو برس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت اور عام مسلمانوں کی پسندیدگی سے حضرت فاروقؓ اعظم مسند آرائے خلافت ہوئے۔حضرت عمرؓ کے استخلاف کا وصیت نامہ حضرت عثمانؓ ہی کے ہاتھ سے لکھا گیا تھا۔اس سلسلہ میں یہ بات لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ وصیت نامہ کے دوران کتابت میں کسی خلیفہ کا نام لکھانے سے قبل حضرت ابوبکرؓ پر غشی طاری ہوگئی۔حضرت عثمانؓ نے اپنی عقل وفراست سے سمجھ کر اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا۔حضرت ابوبکرؓ کو ہوش آیا تو پوچھا کہ پڑھو کیا لکھا؟انہوں نے سنانا شروع کیا اور جب حضرت عمرؓ کا نام لیا تو حضرت ابوبکرؓ صدیق بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھے،اور حضرت عثمانؓ کی اس فہم وفراست کی بہت تعریف وتوصیف کی۔

حضرت عمرؓ کا خلافت کے لئے چھ نام تجویز کرنا

تقریباً دس برس خلافت کے بعد ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے بھی سفر آخرت اختیار کیا مرض الموت میں لوگوں کے اصرار سے عہدۂ خلافت کے لئے چھ آدمیوں کا نام پیش کیا کہ ان میں سے کسی کو منتخب کرلیا جائے۔علیؓ،عثمانؓ،زبیرؓ،طلحہؓ،سعد بن وقاصؓ،عبدالرحمن بن عوفؓ اور تاکید کی کہ تین دن کے اندر انتخاب کا فیصلہ ہونا چاہئے۔(ابن سعد تذکرۂ عثمانؓ)

حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت

فاروق اعظمؓ کی تجہیز وتکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا اور دو دن تک اس پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ

وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے۔لیکن اس کو تین شخصوں تک محدود کردینا چاہئے۔اور جو اپنے خیال میں جس کو مستحق سمجھتا ہو اور اس کا نام لے،حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ مرتضیٰ کی نسبت رائے دی۔حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمن بنؓ عوف کا نام لیا۔حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو پیش کیا۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے کہا میں اپنے حق سے باز آتا ہوں،اس لئے اب یہ معاملہ صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے اور ان دونوں میں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سنت شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔اس کے بعد علیحدہ علیحدہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ دونوں اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دیدیں۔اس پر ان دونوں کی رضامندی لینے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور تمام صحابہؓ کرام مسجد میں جمع ہوئے۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک مختصر لیکن مؤثر تقریر کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔حضرت علیؓ کا بیعت کرنا تھا کہ تمام حاضرین بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔غرض چوتھی محرم ۲۴ھ میں دوشنبہ کے دن حضرت عثمانؓ اتفاق عام کے ساتھ مسند نشین خلافت ہوئے اور دنیائے اسلام کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

حضرت عثمانؓ کی فتوحات

فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں شام،مصر اور ایران کو فتح کرکے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا تھا،نیز ملی نظم ونسق اور طریقہ حکمرانی کا ایک مستقل دستور العمل بنادیا تھا،اس لئے حضرت عثمانؓ کے لئے میدان صاف تھا۔انہوں نے صدیق اکبرؓ کی نرمی وملاطفت اور فاروق اعظمؓ کی سیاست کو اپنا شعار بنایا اور ایک سال تک قدیم طریق نظم ونسق میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا،البتہ خلیفہ سابق کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن وقاص کو مغیرہ بن شعبہ کی جگہ کوفہ کا والی بنا کر بھیجا۔یہ پہلی تقرری تھی جو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔(ابن اثیر ج ۳ ص ۶۱)

۲۴ھ میں بعض چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آئے۔یعنی آذربیجان اور آرمینیہ

پر فوج کشی ہوئی، کیونکہ وہاں کے باشندوں نے حضرت عمرؓ کی وفات سے فائدہ اٹھا کر خراج دینا بند کر دیا تھا، اسی طرح رومیوں کی چھیڑ چھاڑ کی خبر سن کر حضرت عثمانؓ نے کوفہ سے سلمان بن ربیعہ کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ امیر معاویہؓ کی مدد کے لئے شام روانہ کیا۔

عہد فاروقی میں مصر کے والی عمرو بنؓ العاص تھے اور تھوڑا سا علاقہ جو صعدی کے نام سے مشہور ہے عبدالرحمن بن ابی سرح کے متعلق تھا، مصر کے خراج کی جو رقم دربار خلافت کو بھیجی جاتی تھی، حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے اس کی کمی کے متعلق شکایت چلی آتی تھی اس لئے حضرت عثمانؓ نے مصری خراج کے اضافہ کا مطالبہ کیا۔

عمرو بن العاصؓ نے کہلا بھیجا کہ اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کر کے عبداللہؓ بن ابی سرح کو در پے مصر کا گورنر بنا دیا۔ مصریوں پر عمرو بن العاصؓ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اس لئے ان کی برطرفی سے ان کے دلوں میں مصر پر دوبارہ قبضہ کا خیال پیدا ہوا۔ ۲۵ھ میں ان کی شہ پا کر اسکندریہ کے لوگوں نے بغاوت کر دی۔

حضرت عثمانؓ نے مصر والوں کے مشورہ سے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے عمرو بن العاصؓ ہی کو متعین کیا۔ انہوں نے حسن تدبیر سے اس بغاوت کو فرو کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ فوج کا صیغہ عمرو بن العاص کے پاس رہے اور مال وخراج کے صیغے عبداللہ بن ابی سرح کے سپرد رہیں، مگر عمرو بن العاص نے اسے منظور نہ کیا۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ عمرو بن العاص نے باغیوں کے اہل وعیال کو لونڈی غلام بنا ڈالا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ناراضگی ظاہر فرمائی اور جو لوگ لونڈی غلام بنائے گئے تھے، ان کو آزاد کرا دیا۔ **(یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۹)**

اس کے بعد دو برس تک عمرو بن العاصؓ مصر کے مال وخراج کے افسر رہے۔ اسی سال عبداللہ بن ابی سرحؓ نے دربار خلافت کے حکم سے طرابلس (ٹریپولی) کی مہم کا انتظام کیا، نیز امیر معاویہؓ نے ایشیائے کوچک میں شامی سرحدوں کے قریب کے دو رومی قلعے فتح کر لئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی

۲۶ھ میں سب سے اہم واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی ہے، اس کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے بیت المال سے ایک لمبی رقم قرض لی تھی، حضرت عبداللہ ابن مسعود مہتمم بیت المال نے تقاضا کیا تو سعدؓ نے ناداری کا عذر کیا اور یہ قضیہ دربار خلافت تک پہنچا۔ بیت المال میں اس قسم کا تصرف دیانت کے خلاف تھا، اس لئے حضرت عثمانؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ پر نہایت برہم ہوئے اور ان کو معزول کر کے ولید بن عقبہؓ کو والئی کوفہ مقرر کیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ پر بھی خفگی ظاہر کی، لیکن چونکہ ان کی غلطی صرف بے احتیاطی تھی، اس لئے ان کو ان کے عہدے سے نہیں ہٹایا۔

۲۷ھ میں مصر کی دو عملی میں اختلاف شروع ہوا اور عبداللہ بن ابی سرح اور عمرو بن العاصؓ نے جو فوجی اور مالی صیغوں کے افسر تھے دربار خلافت میں ایک دوسرے کی شکایت کی، حضرت عثمانؓ نے تحقیقات کر کے عمرو بن العاصؓ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن ابی سرحؓ کو مصر کے تمام صیغوں کا تنہا مالک بنا دیا۔ **(ابن اثیر ج ۳ ص ۶۸)**

عمرو بن العاصؓ اس فیصلہ سے نہایت کبیدہ ہوئے اور مدینہ چلے گئے۔ عمرو بن العاصؓ کے زمانہ میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ تھا، عبداللہ ابن ابی سرح نے کوشش کر کے چالیس لاکھ کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے فخریہ عمرو بن العاصؓ سے کہا دیکھو! آخر اونٹنی نے دودھ دیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں دودھ تو دیا لیکن بچے بھوکے رہ گئے۔

طرابلس کی فتح

مہم طرابلس کا اہتمام تو ۲۵ھ میں ہوا تھا لیکن باقاعدہ فوج کشی ۲۷ھ میں ہوئی، عبداللہ بنؓ ابی سرح گورنر مصر افسر عام تھے، حضرت عثمانؓ نے دارالخلافت سے بھی ایک لشکر جرار کمک کے لئے روانہ کیا جن میں عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اسلامی فوجیں ملت تک طرابلس کے میدان میں معرکہ آراء رہیں، یہاں تک کہ مسلمانوں کی شجاعت، جاں بازی اور ثبات واستقلال کے آگے اہل طرابلس کے پاؤں اکھڑ گئے۔عبداللہ بن ابی سرحؓ نے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر تمام ممالک میں پھیلا دیئے۔طرابلس کے امراء نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ ممکن نہیں ہے تو عبداللہ بن ابی سرحؓ کے پاس آکر پچیس لاکھ دینار پر مصالحت کر لی۔**(یعقوبی ج۲ص۱۸۹)**

افریقیہ یعنی الجزائر اور مراکش کی فتح

افریقیہ سے مراد وہ علاقے ہیں جن کو اب الجزائر اور مراکش کہا جاتا ہے، یہ ممالک ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ہمت وشجاعت اور حسن تدبیر سے فتح ہوئے۔اس سلسلہ میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے اور بالآخر کامیابی اسلامی فوج کو حاصل ہوئی اور یہ علاقے بھی ممالک محروسہ میں شامل ہوئے۔

اسپین کی فتح

افریقیہ کی فتح کے بعد اسپین کا دروازہ کھلا۔چنانچہ ۲۷ھ میں حضرت عثمانؓ نے اسلامی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور عبداللہ بن نافع بن عبد قیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین دو صاحبوں کو اس مہم کے لئے نامزد کیا۔جنہوں نے کچھ فتوحات حاصل کیں ،لیکن پھر مستقل مہم روک دی گئی اور عبداللہ بن ابی سرحؓ مصر واپس بھیجے گئے اور عبداللہ بن نافع بن عبد قیس افریقیہ کے حاکم مقرر کئے گئے۔

عبداللہ بن ابی سرحؓ کو انعام

حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح سے وعدہ کیا کہ افریقیہ کی فتح کے صلہ میں مال غنیمت کا پانچواں حصہ ان کو انعام دیا جائے گا۔اس لئے عبداللہ نے اس وعدہ کے مطابق اپنا حصہ لے لیا لیکن عام مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کی اس فیاضی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، حضرت

عثمانؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن ابی سرح سے اس رقم کو واپس کرا دیا اور فرمایا کہ میں نے بیشک وعدہ کیا تھا،لیکن مسلمان اس کو تسلیم نہیں کرتے،اس لئے مجبوری ہے۔**(طبری ص۲۸۱۵)**

ایک اور روایت ہے کہ افریقیہ کا خمس مدینہ بھیجا گیا تھا جو مروان کے ہاتھ پانچ لاکھ دینار میں بیچا گیا تھا،ابن اثیر نے ان دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ عبداللہ ابن ابی سرح کو افریقیہ کے پہلے غزوہ شاید (طرابلس) کے مال غنیمت کا خمس دیا گیا تھا اور مروان کے ہاتھ پورے افریقیہ کی غنیمت کا خمس بیچا گیا تھا۔

قبرص کی فتح

قبرص جس کو اب سائپرس کہتے ہیں بحر روم میں شامل کے قریب ایک نہایت دروازہ ہے اور مصر وشام کی حفاظت اس وقت تک نہیں ہوسکتی ،اور نہ رومیوں کا خطرہ اس وقت تک دور ہوسکتا تھا جب تک یہ بحری ناکہ بندی مسلمانوں کے قبضہ میں نہ ہو۔اس لئے امیر معاویہؓ نے عہد فاروقی ہی میں اس پر فوج کشی کی اجازت طلب کی تھی۔مگر حضرت عمرؓ بحری جنگ کے خلاف تھے،اس لئے انکار کر دیا،اس کے بعد ۲۸ھ میں امیر معاویہؓ نے پھر حضرت عثمانؓ سے اصرار کے ساتھ قبرص پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی اور اطمینان دلایا کہ بحری جنگ کو جس قدر خوف ناک سمجھا جاتا ہے،اس قدر خوفناک نہیں ہے۔حضرت عثمانؓ نے لکھا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو حملہ میں مضائقہ نہیں،لیکن اس مہم میں اسی کو شریک کیا جائے جو اپنی خوشی سے شرکت کرے۔اس اجازت کے بعد عبداللہ بن قیس حارثی کی زیر قیادت اسلامی بحری بیڑہ قبرص پر حملہ کے لئے روانہ ہوا اور صحیح وسلامت قبرص پہنچ کر لنگر انداز ہوا۔عبداللہ بن قیس امیر البحر ناگہانی طور پر شہید ہوئے لیکن سفیان بن عوف ازدی نے علم سنبھال کر اہل قبرص کو مغلوب کر لیا اور شرائط ذیل پر مصالحت ہوئی۔

(۱) اہل قبرص ۷۰۰۰ ہزار دینار سالانہ خراج ادا کریں گے۔

(۲) مسلمان قبرص کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

(۳) بحری جنگوں میں اہل قبرص مسلمانوں کے دشمنوں کی نقل وحرکت کی ان کو اطلاع دیا کریں گے۔

اہل قبرص کچھ دنوں تک اس معاہدہ پر قائم رہے۔لیکن ۳۳ھ میں انہوں نے اس کے خلاف رومی جہازوں کو مدد دی۔اس لئے امیر معاویہؓ نے دوبارہ قبرص پر فوج کشی کی اوراس کو فتح کر کے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔اور منادی کرادی کہ آئندہ سے یہاں کے باشندے رومیوں کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات نہ رکھیں۔(ایضاج ۶ ص ۱۰۷)

بصرہ کے والیوں کی معزولی

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ عہد فاروقی سے بصرہ کی ولایت پر مامور تھے،حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانہ میں چھ برس تک ان کو اس منصب پر برقرار رکھا،لیکن یہاں ایک بڑی جماعت ہمیشہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی مخالفت پر آمادہ رہتی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں بارہا ان کی شکایتیں پہنچیں۔مگر فاروقی رعب وداب نے مخالفین کو ہمیشہ دبائے رکھا۔حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان کو آزادی کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے خلاف سازش پھیلانے کا موقع مل گیا۔اسی اثناء میں کردوں نے بغاوت کردی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے مسجد میں جہاد کا وعظ کیا اورراہ میں پیادہ پا چلنے کے فضائل بیان کئے۔اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے مجاہدین جن کے پاس گھوڑے موجود تھے وہ بھی پیادہ پا چلنے پر تیار ہوگئے۔لیکن چند آدمیوں نے کہا کہ ہم کو جلدی نہ کرنا چاہئے۔دیکھیں ہمارا والی کس شان سے چلتا ہے؟ چنانچہ صبح کے وقت دارالامارۃ کے قریب مجاہدین کا مجمع ہوا۔حضرت ابوموسیٰ اس شان سے نکلے کہ ایک ترکی نسل کے گھوڑے پر سوار تھے اور چالیس خچروں پر ان کا اسباب وسامان تھا۔لوگوں نے بڑھ کر باگ پکڑلی اور کہا ''قول وفعل میں اختلاف کیسا؟ دوسروں کو جس چیز کی ترغیب دیتے ہو اس پر خود کیوں عمل نہیں کرتے؟'' حضرت ابوموسیٰؓ اس کا کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے اوراسی وقت ایک جماعت شکایت لے کر مدینہ

پہنچی اوران کی معزولی کا مطالبہ کیا۔حضرت عثمانؓ نے ۲۹ھ میں ان کو معزول کردیا اور عبداللہ بن عامرؓ کو اس منصب پر مامور کیا۔(طبری ص ۲۹۲۸)

متفرق فتوحات

قبرص،طرابلس اورطبرستان کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں اوربھی فتوحات ہوئیں۔

۳۱ھ میں خبیب بن مسلمہ فہری نے آرمینیہ کو فتح کر کے اسلامی ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔

۳۲ھ میں امیر معاویہؓ تنگنائے قسطنطنیہ تک بڑھتے چلے گئے۔ ۳۲ھ میں امیر معاویہؓ نے ارض روم میں حصن المرأۃ پر حملہ کیا۔اسی سال اہل خراسان نے بغاوت کی۔عبداللہ بن عامرؓ والی بصرہ نے احنف بن قیس کو بھیج کر اسے فرو کرایا۔اسی طرح ۳۴ھ میں اہل طرابلس نے نقص امن کیا۔عبداللہ بن ابی سرحؓ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ چڑھائی کر کے انہیں قابو میں کیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا عظیم واقعہ

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ابتدائی چھ سال کامل امن وامان سے گزرے۔فتوحات کی وسعت،مال غنیمت کی فراوانی،وظائف کی زیادتی،زراعت کی ترقی اورحکومت کے عمدہ نظم ونسق نے تمام ملک میں تمول،فارغ البالی اورعیش وتنعم کو عام کردیا،یہاں تک کہ بعض متقشف صحابہؓ ایام نبوت کی سادگی اور بے تکلفی کو یاد کر کے اس زمانہ کی ثروت اور سامان تعیش کو دیکھ کر حددرجہ غمگین تھے کہ اب مسلمانوں کے اس دنیاوی رشک وحسد کا وقت آگیا جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح الاسلام کا خطاب دیا تھا،اعلانیہ اس کے خلاف وعظ کہتے تھے اورفرماتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ جمع کرنا ایک مسلمان کے لئے ناجائز ہے۔

شام کا ملک جس کے حکام امیر معاویہؓ تھے اور جو صدیوں تک رومی تعیش وتکلفات کا گہوارہ رہ چکا تھا وہاں کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ یہ برائیاں پیدا ہورہی تھیں۔حضرت ابوذرؓ برملا ان امراء اور دولت مندوں کے خلاف وعظ کہتے تھے جس سے نظام حکومت میں خلل پڑتا تھا،اس لئے امیر معاویہؓ کی استدعا پر حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلوالیا۔مگر اب مدینہ بھی

وہ پہلے والا مدینہ نہ رہا تھا، بیرونی لوگوں کے بڑے بڑے محل تیار ہو چکے تھے، اس لئے حضرت ابوذرؓ نے یہاں سے بھی دل برداشتہ ہو کر ربذہ نام کے ایک گاؤں میں اقامت اختیار کیا۔

مال و دولت کی کثرت

حضرت عثمانؓ کے آخری زمانہ میں جو فتنہ وفساد برپا ہوا اس کی حقیقت یہی ہے کہ دولت مندی اور تمول کی کثرت نے مسلمانوں میں بھی اس کے وہ لوازم پیدا کر دیئے جو ہر قوم میں ایسی حالت میں پیدا ہو جاتے ہیں اور بالآخر ان کے ضعف اور انحطاط کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ **لا اخاف علیکم الفقر بل اخاف علیکم الدنیا**۔ مجھے تمہارے فقر وفاقہ سے کوئی خوف نہیں ہے بلکہ تمہاری دولت دنیاوی ہی کے خطرات سے ڈرتا ہوں۔ تمول اور دولت کی کثرت کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کل قوم کے فوائد کے مقابلہ میں ہر جماعت اور ہر فرد اپنے جماعتی اور شخصی فوائد کو ترجیح دینے لگتا ہے جس سے بغض وعناد پیدا ہو جاتا ہے۔ قومی وحدت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور انحطاط کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اس فتنہ وفساد کی پیدائش کے بعض اور اسباب بھی تھے۔

فساد کے بعض اسباب

(۱) سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی وہ نسل جو فیض نبوت سے براہ راست مستفیض ہوئی تھی ختم ہو چکی تھی جو لوگ موجود تھے وہ اپنی کبرسنی کے سبب سے گوشہ نشین ہو رہے تھے اور ان کی اولاد ان کی جگہ لے رہی تھی۔ یہ نوجوان زہد وتقویٰ، عدل وانصاف حق پسندی وراستبازی میں اپنے بزرگوں سے کمتر تھے۔ اس بناء پر رعایا کے لئے ویسے فرشتہ رحمت ثابت نہ ہوئے جیسے ان کے اسلاف تھے۔

(۲) حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ اور مسلمانوں کی پسندیدگی سے امارت وخلافت کے لئے قریش کا خاندان کچھ مخصوص تھا اور عہدے بھی زیادہ تر ان کو ملتے تھے، نوجوان قریشی اس کو اپنا حق سمجھ کر دوسرے عرب قبیلوں کو اپنا محکوم سمجھنے لگے۔ عام عرب قبائل کا دعویٰ تھا کہ ملک

کی فتوحات میں ہماری تلواروں کا بھی حصہ ہے، اس لئے وظائف، منصب اور عہدوں میں قریش اور ہم میں مساوات ہونا چاہئے۔

(۳) اس وقت کابل سے لے کر مراکش تک سبھی علاقے اسلام کے زیر نگیں تھا جس میں سینکڑوں قومیں آباد تھیں، ان محکوم قوموں کے دلوں میں قدرتاً مسلمانوں کے خلاف انتقام کا جذبہ موجود تھا، لیکن ان کی قوت کے مقابلہ میں بے بس تھے، اس لئے انہوں نے سازشوں کا جال بچھایا جن میں سب سے آگے مجوسی اور یہودی تھے۔

(۴) حضرت عثمانؓ فطرتاً نیک ذی مروت اور نرم خو تھے، عموماً لوگوں سے سختی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے، اکثر جرائم کو بردباری اور حلم سے ٹال دیا کرتے تھے، اس سے شریروں کے حوصلے بڑھ گئے۔

(۵) حضرت عثمانؓ اموی تھے، اس لئے فطرتاً ان کے جذبات اپنے اہل خاندان کے ساتھ نرمی کے تھے اور آپ ان کو اپنے ذاتی مال سے امداد فرمایا کرتے تھے، شریر لوگوں نے اس کو یوں ملک میں پھیلایا کہ حضرت عثمانؓ سرکاری بیت المال سے ان کے ساتھ داد ودہش کرتے ہیں۔

(۶) مختلف محکوم قوموں کے شورش پسند اشخاص اس لئے انقلاب کے خواہاں تھے کہ شاید اس سے ان کی حالت میں کوئی فرق پیدا ہو۔

(۷) غیر قوموں کے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے یا مسلمانوں نے غیر قوموں کی عورتوں سے جو شادیاں کر لی تھیں یا وہ باندیاں بنی تھیں ان کی اولادیں بہت کچھ اختلاف کا باعث بنیں۔

(۸) بنو ہاشم بنو امیہ کے عروج وترقی کو پسند نہیں کرتے تھے اور خلافت کے مناصب اور عہدوں کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق جانتے تھے۔

(۹) عام عرب قبائل مناصب اور عہدوں اور جاگیروں کے استحقاق میں اپنے کو قریشیوں سے کم نہیں سمجھتے تھے، اس لئے وہ قریشی افسروں سے اپنا جائز استحقاق اور مساوات حاصل کرنا چاہتے تھے۔

(۱۰) مجوسی چاہتے تھے کہ ایسا انقلاب پیدا کیا جائے جس میں ان کی مدد سے حکومت ایسے عام خاندان میں منتقل ہو جس سے وہ بہتر سے بہتر حقوق اور مراعات حاصل کر سکیں اور عام عربوں کے مقابلہ میں ان کا استحقاق کم نہ سمجھا جائے۔

(۱۱) یہودی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں ایسا افتراق پیدا کر دیا جائے کہ ان کی قوت پاش پاش ہو جائے۔

سازشوں کی یلغار

اغراض مختلف تھیں اور ہر جماعت اپنی غرض کے لئے کوشش میں مصروف تھی، اس لئے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع ہو گئیں۔ عمال کے خلاف سازشیں ہونے لگیں اور خود امیر المومنین کو بدنام کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے ان فتنوں کو دبانا چاہا لیکن یہ آگ ایسی لگی تھی کہ جس کا بجھانا آسان نہ تھا، فتنہ پردازوں کا دائرہ عمل روز بروز وسیع ہوتا گیا، یہاں تک کہ تمام ملک میں ایک خفیہ جماعت پیدا ہو گئی تھی جس کا مقصد فتنہ وفساد تھا کوفہ کی انقلاب پسند جماعتوں میں اشتر نخعی، ابن ذی الحبکہ، جندب، صعصعہ، ابن الکوار، کمیل اور عمیر بن ضابی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۰۸)

ان لوگوں کا خیال تھا کہ امارت وریاست قریش کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ عام مسلمانوں نے ممالک فتح کئے ہیں، اس لئے وہ سب اس کے مستحق ہیں۔ سعید بن عاص والی کوفہ سے اس جماعت کو خاص طور پر عداوت تھی، ان کو بدنام کرنے کے لئے روز ایک نئی تدبیر اختراع کی جاتی تھی اور قریش کے خلاف ملک کو تیار کرنے کے لئے طرح طرح کے وسائل کام میں لائے جاتے ہیں۔ اشراف کوفہ نے ان مفسدہ پردازیوں سے تنگ آکر امیر المومنین سے التجا کی کہ خدا کے لئے جلد ان فتنہ جو اشخاص سے کوفہ کو نجات دلائیے۔ حضرت عثمانؓ نے تقریباً دس آدمیوں کو جو اس جماعت کے سرگروہ تھے، شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (ایضاً ص ۱۱۳)

بصرہ میں فتنہ پرداز جماعت

اسی طرح بصرہ میں بھی ایک فتنہ پرداز جماعت پیدا ہو گئی تھی، حضرت عثمانؓ نے یہاں سے بھی کچھ آدمیوں کو ملک بدر کرا دیا۔ لیکن فتنہ کی آگ اس حد تک بھڑک چکی تھی کہ یہ معمولی چھینٹے اس کو بجھا نہ سکے بلکہ یہ انتقال مکانی اور بھی ان خیالات کی اشاعت کا سبب بن گئے اور پہلے جو آگ ایک جگہ سلگ رہی تھی وہ سارے ملک میں پھیل گئی۔

مصر سازش کا سب سے بڑا مرکز تھا، مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہودی تھے، چنانچہ ایک یہودی النسل نومسلم عبداللہ بن سبا نے اپنی حیرت انگیز سازشانہ قوت سے مختلف الخیال مفسدوں کو ایک مرکز پر متحد کر دیا اور اس کو زیادہ موثر بنانے کے لئے اس نے مذہب میں عجیب وغریب عقائد اختراع کئے اور خفیہ طور پر ہر ملک میں اس کی اشاعت کی موجودہ شیعی فرقہ دراصل انہی عقائد پر قائم ہوا۔

خلافت کے لئے مختلف شخصیات پر نظر

مفسدین کی جماعت تمام ملک میں پھیلی ہوئی تھی اور ان میں سے ہر ایک کا مطمع نظر مختلف تھا اور آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں بھی ہر ایک کی نظر الگ الگ شخصیتوں پر تھی اہل مصر حضرت علیؓ کے عقیدت کے تھے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ کے طرف دار تھے، اہل کوفہ حضرت زبیرؓ کو پسند کرتے تھے۔ اہل عراق کی جماعت تمام قریش سے عداوت رکھتی تھی اور ایک جماعت سرے سے عربوں ہی کے خلاف تھی لیکن امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی معزولی اور بنوامیہ کی بیخ کنی پر سب باہم متفق تھے۔ عبداللہ بن سبا حکمت عملی سے ان اختلافات سے قطع نظر کر کے سب کو ایک مقصد یعنی حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر متحد کر دیا اور تمام ملک میں اپنے داعی اور سفیر پھیلا دیئے تاکہ ہر جگہ فتنہ کی آگ بھڑکا کر بدامنی پیدا کر دی جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے داعیوں کا حسب ذیل طریقوں پر عمل کی ہدایت کی۔

(۱) بظاہر متقی وپرہیزگار بننا اور لوگوں کو وعظ وپند سے اپنا معتقد بنانا۔

(۲) عمال کو دق کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا۔

(۳) ہر جگہ امیر المومنین کی کنبہ پروری اور ناانصافی کی داستان مشتہر کرنا۔

ان طریقوں پر نہایت مستعدی کے ساتھ عمل کیا گیا۔ ولید بن عقبہ والی کوفہ پر شراب خوری کا الزام قائم کیا گیا اور حد بھی جاری کی گئی جو درحقیقت ایک بڑا سازش کا نتیجہ تھا ،اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ والی بصرہ کی معزولی بھی تھی۔

۳۱ھ میں جبکہ قیصر روم نے پانچ سو جنگی جہازوں کے عظیم الشان بیڑے کے ساتھ اسلامی سواحل پر حملہ کیا اور مسلمان بڑے خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئے اس وقت بھی یہ انقلاب پسند اپنی فتنہ انگیزی سے باز نہیں آئے اور محمد بن ابی حذیفہؓ اور محمد بن ابی بکرؓ نے جو مفسدین کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے ،اسلامی بیڑے کے امیر البحر عبداللہ بن ابی سرحؓ کو ہر طرح دق کیا۔ نماز میں بے موقع تکبیریں بلند کر کے برہمی پیدا کرتے۔ عبداللہ بن سعد کی اعلانیہ مذمت کرتے اور مجاہدین سے کہتے کہ تم رومیوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے جاتے ہو، حالانکہ اسلام کو خود مدینہ میں مجاہدین کی ضرورت ہے۔

لوگ تعجب سے کہتے کہ مدینہ میں کیا ضرورت ہے؟ تو وہ حضرت عثمانؓ کا نام لیتے اور کہتے کہ اس ظالم کو معزول کرنا اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے، اس نے سنت شیخین کو چھوڑ دیا ہے۔ کبار صحابہ کو معزول کر کے اپنے اعزہ و اقارب کو سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا ہے۔

غرض ہر طرح کی فریب کاریوں سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی ،اسلامی بیڑا رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو محمد بن ابی حذیفہؓ اور محمد بن ابی بکرؓ نے ایک کشتی پر سوار ہو کر بیڑے کا تعاقب کیا اور جہاں جہاں لنگر انداز ہوتے وہ اپنی کشتی کو قریب لے کر کے اپنے خیالات کی اشاعت کرتے ،مجاہدین رومی بیڑے کو شکست دے کر مظفر و منصور واپس آئے تو چند نے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن ابی حذیفہ کو جہاد سے پہلو تہی کرنے پر ملامت کی انہوں نے کہا کہ ہم اس جہاد میں کس طرح حصہ لے سکتے ہیں جس میں انتظام عثمان کے

ایماء سے ہوا ہو؟ اور جس کا امیر عبداللہ ابن سعد ہو۔ اس کے بعد حسب معمول حضرت عثمانؓ کے معائب اور برائیوں کی طویل داستان شروع کر دی۔ **(ابن اثیر ص ۹۱، ۹۲)**

عبداللہ بن سعد نے جب دیکھا کہ یہ دونوں کسی طرح اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور ان کے مسموم خیالات آہستہ آہستہ اپنا اثر کر رہے ہیں تو نہایت سختی سے ان کو منع کیا اور کہا کہ خدا کی قسم! اگر امیر المومنین کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں اس مفسدہ پردازی کا مزہ چکھا دیتا۔

مفسدین مدینہ

مدینہ بھی مفسدین سے خالی نہ تھا، کبار صحابہؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ تھے اس لئے اعلانیہ اس جماعت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ اخیر عہد یعنی ۳۵ھ میں جس سال حضرت عثمانؓ شہید ہوئے مفسدین مدینہ اس قدر بے باک ہو گئے کہ بیرونی مفسدوں کی مدد سے ان کو خود امیر المومنین پر بھی دست ستم دراز کرنے کی جرأت ہو گئی۔

چنانچہ ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ منبر پر خطبہ دے رہے تھے ،ابھی حمد وثنا ہی شروع کی تھی کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ''عثمان ! کتاب اللہ کو اپنا طرز عمل بنا'' لیکن صبر و تحمل کے اس پیکر نے نرمی سے کہا بیٹھ جاؤ'' دوسری مرتبہ کھڑے ہو کر پھر اس نے اسی جملہ کا اعادہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے پھر بیٹھنے کو کہا۔ تین دفعہ اس نے اسی طرح خطبہ کے درمیان برہمی پیدا کی۔ حضرت عثمانؓ نے ہر بار نرمی سے بیٹھنے کو فرمایا۔ لیکن اس کی سازش پہلے سے ہو چکی تھی۔ ہر طرف سے مفسدین نے نرغہ کر لیا اور اس قدر سنگریزے اور پتھروں کی بارش کی کہ نائب رسول زخموں سے چور چور ہو کر منبر سے فرش خاک پر گر پڑا، مگر صبر و تحمل کا یہ عالم تھا کہ اس بے ادبی پر بھی جذبہ غیظ و غضب کو ہیجان نہ ہوا۔ **(ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۷)**

حضرت عثمان غنیؓ کو بدنام کرنے کی سازش

غرض مختلف عناصر نے مل کر افترا پرداز اور کذب بیانیوں سے اس طرح حضرت عثمانؓ کو بدنام کرنے کی کوشش کی اور آپ کی مخالفت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ اتنی

طویل مدت کے بعد اس زمانہ میں بھی بہت سے تعلیم یافتہ حضرات جو واقعات کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے، ان غلط بیانیوں اور فریب کاریوں سے متأثر نظر آتے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر تمام اعتراضات کو قلمبند کر کے اصل واقعات کو دیکھا جائے۔ اس وقت تک حضرت عثمانؓ پر جس قدر اعتراضات کئے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

فسادیوں کے اعتراضات

اعتراض نمبر ۱۔ کبار صحابہ مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، مغیرہ بن شعبہؓ عمرو بن عاصؓ، عمار بن یاسرؓ عبداللہ بن مسعودؓ اور عبدالرحمان بن ارقم کو معزول کر کے خاص اپنے کنبہ کے ناتجربہ کار افراد کو مامور کیا۔

اعتراض نمبر ۲۔ بیت المال میں بے جا تصرف کیا اور مسرفانہ طریقہ پر اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ سخاوت کا اظہار کیا۔ مثلاً حکم بن العاصؓ کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف میں جلاوطن کر دیا تھا مدینہ آنے کی اجازت دی اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا کئے۔ اور اس کے لڑکے حارث کو اس کی اجازت دی کہ بازار میں جو فروخت ہو اس کی قیمت سے اپنے لئے عشر وصول کرے۔ مروان کو افریقہ کے مال غنیمت کو خمس دیا گیا۔ اسی طرح عبداللہ ابن خالدؓ کو تین لاکھ درہم کا گرانقدر عطیہ مرحمت کیا اور خود اپنی صاحبزادیوں کو بیت المال کے قیمتی جواہرات عنایت فرمائے۔ حالانکہ فاروق اعظمؓ نے نہایت شدت کے ساتھ اس قسم کے تصرفات سے احتراز کیا تھا۔ اس کے علاوہ اپنے لئے ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا اور مصارف پر اعتراض کیا تو ان کو معزول کر کے زید بنؓ ثابت کو یہ عہدہ تفویض کر دیا۔ ایک دفعہ بیت المال میں وظائف تقسیم ہونے کے بعد ایک لاکھ درہم پس انداز ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے بے وجہ زید بن ثابت کو یہ گراں قدر رقم لینے کی اجازت دے دی۔

اعتراض نمبر ۳۔ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابیؓ کے روزینے بند کر دیئے۔

اعتراض نمبر ۴۔ مدینہ کے اطراف میں بقیع کو سرکاری چراگاہ قرار دیا اور عوام کو اس سے مستفید ہونے سے روک دیا۔

اعتراض نمبر ۵۔ مدینہ کے بازار میں بعض اشیاء کی خرید وفروخت اپنے لئے مخصوص کر لی اور حکم دیا کہ کھجور کی گٹھلیاں امیر المومنین کے ایجنٹ کے سوا کوئی دوسرا نہیں خرید سکتا۔

اعتراض نمبر ۶۔ اپنے حاشیہ نشینوں اور قرابت داروں کو اطراف ملک میں نہایت وسیع قطعات زمین مرحمت فرمائے حالانکہ اس سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا تھا۔

اعتراض نمبر ۷۔ بعض کبار صحابہ کی تذلیل کی گئی اور ان کو جلاوطن کیا گیا، مثلاً ابوذر غفاریؓ، عمار بن یاسرؓ، جندب بن جنادہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبادہ بن ثابتؓ کے ساتھ نہایت نامنصفانہ سلوک ہوا۔

اعتراض نمبر ۸۔ زید بن ثابتؓ کے تیار کردہ مصحف کے سوا تمام مصاحف کو جلا دیا۔

اعتراض نمبر ۹۔ حدود کے اجراء میں تغافل سے کام لیا۔

اعتراض نمبر ۱۰۔ فرائض وغیرہ میں تمام امت کے خلاف روایات شاذہ پر عمل کیا گیا۔ حالانکہ شیخین جب تک روایات کی اچھی طرح توثیق نہیں کر لیتے تھے ان کو قبول نہیں کرتے۔

اعتراض نمبر ۱۱۔ مذہب میں بعض نئی بدعتیں پیدا کیں جن کو اکثر صحابہؓ نے ناپسند کیا مثلاً حج کے موقع پر منیٰ میں دو رکعت نماز کے بجائے چار رکعت نماز ادا کی۔ حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شیخین نے کبھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔

اعتراض نمبر ۱۲۔ مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی گئی جس کا نتیجہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مذکورہ بالا واقعات میں حضرت عثمانؓ کے خلاف رنگ آمیزی کر کے نہایت بدنما اور مکروہ بنایا گیا ہے لیکن ان میں سے ایک الزام بھی تحقیق کی کسوٹی پر صحیح نہیں اترتا ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس میں صداقت کا کتنا شائبہ ہے اور اس کو رنگ آمیزی سے کتنا بدنما بنا دیا گیا ہے۔

اعتراض کے جوابات

سب سے پہلا الزام جو متعدد الزامات کا مجموعہ ہے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) کبار صحابہؓ کو ذمہ داری کے عہدوں سے معزول کر دیا۔

(۲) نااہل اور ناتجربہ کار افراد کو رعایا کی قسمت کا مالک بنا دیا۔

(۳) اپنے خاندان کو فوقیت دی۔

سب سے پہلے دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ الزام ہے تو اسلام کے سب سے عادل اور مدبر خلیفہ فاروق اعظمؓ پر جن کا عدل وانصاف اور تدبر دنیائے اسلام کے لئے قیامت تک مایہ ناز رہے گا، یہی الزام عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ جنہوں نے حضرت خالد سیف اللہؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور سعد وقاصؓ فاتح ایران کو معزول کر دیا تھا یا حضرت علیؓ اسی اعتراض کے مورد ہوتے ہیں یا نہیں؟ جنہوں نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے ساتھ ہی تمام عمال عثمانی کو یک قلم موقوف کر دیا جن کی قوت بازو نے طرابلس، آرمینیہ اور قبرس کو زیر نگیں کیا حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی قسم کے واقعات کسی خاص وقتی سبب کی بنا پر ایک شخص کے لئے موجب مدح اور دوسرے کے لئے موجب ذم بنا دیئے جاتے ہیں اور اس پر ایسی ملمع سازی کی جاتی ہے کہ کسی کو تحقیق وتنقید کا خیال تک نہیں آتا۔

معزولی صحابہ

حضرت عثمانؓ نے کبار صحابہ میں سے جن لوگوں کو معزول کیا تھا ان میں سے عمرو بن العاصؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کی معزولی کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ عمرو بنؓ العاص والی مصر نے اسکندریہ کی بغاوت فرو کرنے میں ذمیوں کے ساتھ نامنصفانہ سلوک کیا تھا اور ان کو لونڈی غلام بنالیا تھا۔ نیز نئی نہروں کے جاری ہونے کے باوجود مصر کے مالیات میں کچھ اضافہ نہ کر سکے اور آخر عبداللہ بن ابی سرحؓ کی تقرری کے بعد اس سے کہیں زیادہ ہوگیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

اسی طرح سعد بن ابی وقاصؓ والی کوفہ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم قرض لی اور پھر اس کے ادا کرنے میں تساہل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن مسعودؓ مہتمم بیت المال سے سخت کلامی کی نوبت پہنچی۔ (طبرانی ص ۲۸۱۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

ابوموسیٰ اشعریؓ والی بصرہ رعایا کو خوش نہ رکھتے تھے اور تمام اہل بصرہ ان کے خلاف ہوگئے تھے چنانچہ ان کے وفد نے دارالخلافہ جا کر ان کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ کیا یہ تمام وجوہ ان حضرات کو معزول کر دینے کے لئے کافی نہ تھے؟ مغیرہ بنؓ شعبہ پر رشوت ستانی کا الزام قائم کیا گیا۔ اگرچہ یہ سراسر بہتان تھا لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کو اس لئے معزول کر دیا کہ حضرت عمرؓ کی ان کی جگہ سعد بنؓ ابی وقاص کی تقرری کی وصیت کی تھی۔ (ایضاً ص ۲۸۰۲)

حضرت عمار بن یاسرؓ

عمار بن یاسرؓ کو حضرت عثمانؓ نے معزول نہیں کیا تھا بلکہ وہ عہد فاروقی ہی میں معزول ہو چکے تھے۔ البتہ عبداللہ بن مسعودؓ کی معزولی بے وجہ تھی، لیکن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کی طرف سے اس قدر بدگمان کر دیا تھا کہ ان کو معزول کر دینا ناگزیر ہوگیا۔ رہا بیت المال کے مہتمم عبداللہ بنؓ ارقم اور معیقیب کی سبکدوشی تو اس کے متعلق خود حضرت عثمانؓ کا بیان موجود ہے جو انہوں نے ان دونوں بزرگوں کی معزولی کے سلسلہ میں ایک جلسۂ عام میں دیا تھا۔

''لوگو! عبداللہ بن ارقم ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ سے اس وقت تک آپ کی تقسیم وظائف کی خدمت انجام دیتے رہے، لیکن اب بوڑھے اور ضعیف ہوگئے ہیں اس لئے اس خدمت کو زید بن ثابت کے سپرد کر دیا ہے۔''

ظاہر ہے کہ مال کی نگرانی کا کام جس قدر اہم اور مشکل ہے اس لحاظ سے اگر حضرت

عثمانؓ نے ان دونوں کو جو ضعف اور پیری کے باعث اپنی خدمات کو باحسن وجوہ انجام نہیں دے سکتے تھے سبکدوش کر دیا اور اس عہدہ پر زید بن ثابتؓ کو جو پڑھنے لکھنے اور حساب وکتاب میں خاص طور سے ممتاز تھے، مامور کیا تو کون سی خطا کی؟

امر جواب دوم کی نسبت غور کرنا چاہئے کہ نااہل اور تجربہ کار افراد کی تقرری کا الزام کہاں تک درست ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ولید بنؓ عقبہ، سعید بنؓ العاص، عبداللہ بنؓ ابی سرح اور عبداللہ بن عامر اگرچہ صحابہ کرام اور فاروقی عمال کی طرح زہد واتقاء کے مالک نہ تھے، تاہم ان کے انتظامی کارنامے اور عظیم الشان فتوحات کسی طرح ان کو نااہل اور ناتجربہ کار نہیں ثابت کرتے۔ ولید بن عقبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جزیرہ کے عامل رہ چکے تھے۔ **(طبری ص ۲۸۱۳)**

● سعید بنؓ العاص نے طبرستان اور آرمینیہ فتح کیا۔ **(ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴)**

● عبداللہ بن ابی سرح نے طرابلس اور قبرس کو زیر نگیں کیا۔ **(ایضاً فتوح البلدان ص ۲۳۵)**

کیا ان کی یہ فتوحات ان کی ناتجربہ کاری کا ثبوت ہیں۔

● عبداللہ بن عامر والی بصرہ البتہ ایک کمسن نوجوان تھے لیکن فطری لیاقت کو عمر کی کمی زیادتی سے کوئی تعلق نہیں۔ فتوحات کے سلسلہ میں اوپر گزر چکا ہے کہ اسی نوجوان نے کابل، ہرات، سجستان اور نیشاپور کو اسلام کے زیر نگیں کیا تھا، غرض نااہل اور ناتجربہ کار عمل کے تقرر کا الزام سراسر خلاف واقعہ ہے۔

جواب سوم: البتہ امر سوم یعنی اپنے خاندان کے لوگوں کو ذمہ داری کے عہدوں پر مامور کرنے کا الزام ایک حد تک قابل غور ہے، اس میں شک نہیں کہ شیخینؓ اس بارے میں نہایت محتاط تھے اور ہر ایک شک وشبہ کے موقع سے بچتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ خلافت کے معاملات میں اپنے اعزہ واقارب کے لئے ہمیشہ کوتاہ دست رہے، لیکن حضرت عثمانؓ ایک سادہ طبع اور نیک نفس بزرگ تھے، مزاج میں اتنی پیش بینی نہ تھی، نیز اپنے اختیارات سے اپنے قرابت مندوں کو فائدہ پہنچانا صلہ رحم جانتے تھے ایک دفعہ جب لوگوں نے اس طرز عمل کی

اعلانیہ شکایتیں کیں تو حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کو تمام عرب پر ترجیح نہیں دیتے تھے اور کیا قریش میں بنو ہاشم کا سب سے زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے؟ لوگ خاموش رہے تو ارشاد فرمایا کہ اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجی ہوتی تو تمام بنی امیہ کو اس میں بھر دیتا۔ **(ابن سعد ج ۳ قسم اول تذکرہ عثمان ابن حنبل ج اول ص ۶۲)**

● بہرکیف یہ امام وقت کی ایک اجتہادی رائے تھی۔ ممکن ہے کہ عام لوگ اس سے متفق نہ ہوں لیکن اس سے حضرت عثمانؓ کے فضل وکمال کا دامن داغدار نہیں ہوسکتا۔

دوسرے اعتراض کا جواب: دوسرا الزام بیت المال میں مسرفانہ تصرف کا ہے لیکن ثبوت میں جن واقعات کو پیش کیا گیا ہے وہ یا تو سرتاپا غلط ہیں یا رنگ آمیزی کر کے ان کی صورت بدل دی گئی ہے۔ ہم تفصیل کے ساتھ ہر ایک واقعہ کو اس کی اصلی صورت میں دکھاتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ مفسدین نے کس طرح واقعات کی صورت کو مسخ کر کے حضرت عثمانؓ کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس سلسلہ میں سب سے اول ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ذاتی طور پر حضرت عثمانؓ کی مالی حالت کیسی تھی؟ تاکہ یہ اندازہ ہوسکے کہ وہ اپنی ذاتی دولت سے اس قسم کی فیاضی اور جود وکرم پر قادر تھے یا نہیں؟

یہ مسلمہ تاریخی واقعہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت عثمانؓ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ دولت مند اور متمول تھے، ان کی دولت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہزار ہا روپے بیر رومہ کی خریداری پر صرف کئے۔ ایک بیش قرار رقم سے مسجد نبویؐ کی توسیع کی اور لاکھوں روپے سے ''جیش عسرت'' کو آراستہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ راہ خدا میں جس کے جود وسخا کا یہ حال ہو وہ اپنی دولت سے ذوالقربیٰ کے ساتھ کچھ صلہ رحم نہیں کرسکتا تھا؟

● اس کے متعلق ایک موقع پر خود حضرت عثمانؓ نے یہ تقریر فرمائی تھی جس سے اس الزام کی حقیقت پورے طور سے واضح ہوجاتی ہے۔

''لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کے

ساتھ فیاضی کرتا ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا ہے بلکہ میں صرف ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں اسی طرح فیاضی بھی اپنے ہی مال تک محدود ہے، مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کے لئے، میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے عہد میں بھی اپنے مال سے گراں قدر عطیے دیا کرتا تھا حالانکہ میں اس زمانہ میں بخیل وحریص تھا اور اب جبکہ میں اپنی خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں، زندگی ختم ہو چکی ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل وعیال کے سپرد کر دیا ہے تو ملحدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں، خدا کی قسم! میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی بار ایسا نہیں ڈالا ہے کہ اس قسم کا الزام دینا جائز ہو اور جو کچھ وصول ہوا وہ ان ہی لوگوں کے رفاہ و بہبود پر صرف ہوا، میرے پاس صرف خمس آتا ہے اور اس میں سے بھی میرے لئے کچھ لینا جائز نہیں، مسلمانوں نے اس کو میرے مشورہ کے بغیر مستحقین میں صرف کیا، خدا کے مال میں ایک پیسہ کا تصرف نہیں کیا جاتا میں اس سے کچھ نہیں لیتا ہوں یہاں تک کہ کھاتا بھی ہوں تو اپنے ہی مال سے۔'' **(طبری ص ۱۹۵۳)**

مذکورہ بالا تصریحات کے بعد اب ہم کو ان واقعات کی طرف رجوع کرنا چاہئے جن کی بنا پر ذوالنورینؓ کی تابش ضیا کو غبار آلود کہا جاتا ہے۔

● اس میں شک نہیں کہ حکم کو رسول اللہ ﷺ نے طائف کو جلاوطن کر دیا تھا لیکن اخیر عہد میں حضرت عثمانؓ کی سفارش سے مدینہ آنے کی اجازت دیدی تھی۔ چونکہ شیخین کو ذاتی طور پر رسول اللہ ﷺ کی منظوری کا علم نہیں تھا اس لئے انہوں نے مدینہ آنے کی اجازت نہیں دی۔ جب حضرت عثمانؓ نے خلافت ہاتھ میں لی تو اپنے ذاتی علم کی بنا پر ان کو مدینہ بلا لیا۔ **(صاحب اصابہ اور اسد الغابہ دونوں نے حکم کے حالات میں اس کا تذکرہ کیا ہے)**

● اور ان کے لڑکے مروان سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔ اور صلہ رحم کے طور پر جیب خاص سے حکم کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ نیز مروان کو جہیز میں ایک لاکھ درہم کا عطیہ مرحمت کیا۔ یہ ہے اصل واقعہ جس کو مفسدین نے رنگ آمیزی کر کے کچھ سے کچھ

کر دیا۔ طرابلس کے مال غنیمت سے مروان کو خمس دلانے کا واقعہ سراسر بہتان ہے، اس کی صحیح کیفیت یہ ہے کہ مروان نے اس کو خرید لیا تھا۔

چنانچہ مؤرخ ابن خلدون لکھتا ہے۔

● ''ابن زبیر نے فتح کا مژدہ اور پانچواں حصہ دارالخلافہ روانہ کیا جن کو پانچ لاکھ دینار پر مروان نے خرید لیا اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مروان کو دے دیا گیا صحیح نہیں ہے بلکہ پہلے معرکہ کے مال غنیمت کے خمس کا خمس ابن ابی سرح کو دیدیا تھا۔''

اب یہ اعتراض رہ جاتا ہے کہ کسی غزوہ کے مال غنیمت کا کوئی حصہ ابن ابی سرح کو دینے کا کیا واقعہ تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ طرابلس کی جنگ کے قبل حضرت عثمانؓ نے ابن ابی سرح سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس معرکہ میں کامیاب ہوئے تو مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ تم کو دیا جائے گا۔ چنانچہ فتح کے بعد حسب وعدہ ان کو دیدیا۔ اس سے عام مسلمانوں کو شکایت پیدا ہوئیں اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اس کو واپس لے لیا۔ طبری کے یہ الفاظ ہیں۔''

● حضرت عثمانؓ نے کہا کہ اگر تم لوگ اس پر راضی ہو تو ان کا ہو چکا اور تمہاری مرضی کے خلاف ہے تو واپس ہے، لوگوں نے کہا ہم راضی نہیں ہیں، فرمایا واپس ہے اور عبداللہ کو واپس کرنے کا حکم نامہ لکھ دیا۔''

حضرت عبداللہ بن خالد کو عطیہ

حضرت عبداللہ بن خالدؓ کو تین لاکھ کا عطیہ مرحمت فرمایا گیا۔ لیکن اس کی نسبت خود حضرت عثمانؓ نے مصری معترفین سے فرمایا تھا کہ میں نے بیت المال سے یہ رقم بطور قرض لی ہے۔ حارث بن حکم کو مدینہ کے بازار سے عشر وصول کرنے کا اختیار دینا بالکل بے بنیاد ہے۔ اسی طرح اپنی صاحبزادیوں کو ہیرے جواہرات دینے کا جو قصہ صرف ابن اسحاق نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے اور چونکہ درمیانی راوی مجہول ہے، اس لئے قابل استناد نہیں۔

● بیت المال کے صرف سے اپنے لئے محل تعمیر کرنے کا قصہ محض کذاب صریح ہے جو فیاض طبع اپنے ابر کرم سے دوسروں کو سیراب کرتا ہو اور جو اپنا مقررہ وظیفہ بیت المال سے لینا پسند نہ کرتا ہو وہ اپنے لئے عام مسلمانوں کا شرمندہ واحسان ہونا کس طرح گوارہ کرتا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا واقعہ

حضرت زید بن ثابتؓ مہتمم بیت المال کو ایک لاکھ درہم دینے کی روایت بالکل بے بنیاد ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ بیت المال میں اخراجات کے بعد ایک معقول رقم پس انداز ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ اس کو کسی رفاہ عام کے کام پر صرف کردیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو مسجد کی توسیع اور تعمیر میں صرف کردیا۔ انشاء اللہ اس کا تفصیلی بیان تعمیرات کے سلسلہ میں آئے گا۔

اعتراض نمبر ۳ کا جواب: حضرت عبداللہ بنؓ مسعود اور حضرت ابیؓ کے وظائف کا بند کرنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ امام وقت کو سیاسی وجوہ کی بنا پر اس قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو ان دونوں بزرگوں کی طرف سے کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی، اس لئے انہوں نے کچھ دنوں کے لئے وظیفہ روک دیا تھا، چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے وفات پائی تو غایت انصاف سے کام لے کر جس قدر وظیفہ بیت المال کے ذمہ باقی تھا جس کی مقدار تخمیناً بیس پچیس ہزار تھی ان کے ورثاء کے حوالہ کردیا۔ **(ابن سعد جزو ۳ قسم اول تذکرۂ عبداللہ بن مسعودؓ)**

اعتراض نمبر ۴ کا جواب: چوتھا اعتراض بالکل بے معنی ہے، فوجی گھوڑوں اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے لئے چراگاہیں بنوانا خلیفہ وقت کا منصبی فرض ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مقام بقیع کو چراگاہ قرار دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تمام ملک میں وسیع چراگاہیں تیار کرائی تھیں، عہد عثمانی میں قدرتاً گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا، یہاں تک کہ صرف ایک چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔ **(الوفاء باخبار دار المصطفےٰ ص ۱۵۶)**

● اس لئے سرکاری چراگاہوں کا وسیع پیمانہ پر انتظام کرنا ضروری تھا اور چونکہ یہ

تمام چراگاہیں سرکاری خرچ سے تیار ہوتی تھیں، اس لئے عوام کو اس سے مستفید ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ البتہ اگر الزام کی یہ صورت ہو کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے ذاتی گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے مقام بقیع کی چراگاہ کو مخصوص کرلیا تھا تو اس کے متعلق انہوں نے خود جن الفاظ میں اپنی بریت ظاہر کی ہے وہ اس بحث کے لئے کافی ہے۔

''لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مخصوص چراگاہیں بنائی ہیں حالانکہ خدا کی قسم میں نے اسی کو مخصوص چراگاہ قرار دیا ہے جو مجھ سے پہلے مخصوص ہوچکی تھی اور خدا کی قسم ان لوگوں سے وہی مخصوص چراگاہیں تیار کرائیں جن پر تمام اہل مدینہ غالب آئے اس کے بعد چرانے سے کسی کو نہیں روکا اور اس کو مسلمانوں کے صدقہ پر محدود کردیا اس لئے ان کو چراگاہ بنایا تاکہ والی صدقہ اور کسی کے درمیان نزاع نہ واقع ہو، پھر کسی کو نہ منع کیا نہ اس کو ہٹایا، بجز اس کے جس نے بطور ثبوت کے کوئی درہم دیا، میرے پاس اس وقت دو اونٹوں کے سوا اور کوئی مویشی نہیں ہے حالانکہ جس وقت میں نے خلافت کا بار گراں اپنے سر لیا ہے تو میں عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا اور آج ایک اونٹ اور ایک بکری تک نہیں ہے صرف حج کے لئے دو اونٹ رہ گئے ہیں۔''

اعتراض نمبر ۵ کا جواب: بازار میں بعض اشیاء کی خرید وفروخت کو اپنے لئے مخصوص کرلینے کا قصہ بالکل غلط ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو نائب رسول اللہ ﷺ اور ایک حقا کار بادشاہ میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، البتہ کھجور کی گٹھلیوں کو زکوٰۃ کے اونٹوں کی خوراک کے لئے خریدنے کا انتظام کیا گیا ہوگا لیکن اس سے کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

اعتراض نمبر ۶ کا جواب: اپنے حاشیہ نشینوں اور اہل قرابت کو اطراف ملک میں وسیع قطعات زمین مرحمت فرمانے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی صحیح کیفیت یہ ہے۔

● عہد عثمانی میں بہت سے اہل یمن گھر اور جائداد چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کی راحت اور سہولت کے خیال سے نزول کی اراضی کا ان کی یمن

کی جائداد سے تبادلہ کرلیا تھا۔ مثلاً حضرت طلحہؓ کو ایک قطعہ زمین دیا تو اس کے معاوضہ میں کندہ میں ان کی مملوکہ جائداد پر قبضہ کرلیا۔ انتظامی حیثیت سے اس قسم کا ردوبدل ناگزیر تھا۔

● عراق میں بہت سی زمین غیر آباد پڑی ہوئی تھی جن لوگوں نے اس کو قابل زراعت بنایا حضرت عثمانؓ نے **من احیی ارضاً میتة فهی له** پر عمل کر کے ان کو اس کا مالک قرار دیا اور ملک کو آباد اور قوم کو مرفہ الحال کرنے کے لئے اس قسم کی ترغیب وتحریص نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

اعتراض نمبر ے کا جواب: اگر حضرت عثمانؓ نے اخلاقی یا سیاسی مصالح کی بنا پر کسی صحابی کی تادیب کی تو اس سے اس کی تذلیل نہیں ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ابی بنؓ کعب پر کوڑا اٹھایا، عیاض بن غنم کا کرتہ اتروا کر بکریاں چرانے کو دیں اور سعد وقاصؓ کو درے مارے تو کسی نے اس کو تذلیل پر محمول نہیں کیا۔

● حضرت ابوذرؓ کو حضرت عثمانؓ نے جلاوطن نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود تارک دنیا ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عثمانؓ نے تحقیقات کے لئے ان کو طلب کیا اور وہ دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے پہلے فرمایا کہ آپ میرے پاس رہئے، آپ کے اخراجات کا میں کفیل ہوں، لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تمہاری دنیا کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ **(ابن سعد تذکرۂ ابوذرؓ)**

● اسی طرح عبادہ بنؓ صامت کے ساتھ بھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا بلکہ ان کی جلاوطنی کی روایت کے برخلاف ایک مستند روایت موجود ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے آخری عہد تک شام میں تقسیم غنیمت کے عہدہ پر مامور تھے۔ البتہ عمار بنؓ یاسر جندب بنؓ جنادہ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ کچھ سختیاں ہوئیں۔ لیکن اس کی ان سے تذلیل نہیں ہوئی۔

مصحف کا واقعہ

ایک مصحف کے سوا تمام مصاحف کے جلا دینے کا الزام صرف ان لوگوں کے

نزدیک قابل وقعت قرار پا سکتا ہے، جن کے دل بصیرت سے اور آنکھیں بصارف سے محروم ہیں، حضرت عثمانؓ نے خود کوئی صحیفہ ترتیب دے کر پیش نہیں کیا بلکہ فتنہ کے ظہور سے پہلے رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہی حضرت ابوبکرؓ نے جو مصحف تیار کرایا تھا اسی کی نقلیں حضرت عثمانؓ نے مختلف امصار و دیار میں بھجوا دیں اور اسی کی تسلیم پر تمام امت کو متفق کر دیا یہ آپ کا وہ کارنامہ ہے جس کے بارِ احسان سے امت محمدیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اعتراض نمبر ۹ کا جواب: اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نہایت رحم دل اور رقیق القلب تھے لیکن شرعی حدود کے اجراء میں انہوں نے کبھی تساہل سے کام نہیں لیا، جن واقعات کی بنا پر ان کو اجرائے حدود میں تغافل شعار بتایا جاتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) عبیداللہ بن عمرؓ سے ہرمزان کا قصاص نہیں لیا گیا۔

(۲) ولید بن عقبہ پر شراب خوری کی حد جاری کرنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔

ہرمزان کا واقعہ یہ ہے کہ جب فاروق اعظمؓ کو ابولولو مجوسی نے شہید کیا تو عبیداللہ بن عمرؓ نے غضب ناک ہو کر قاتل کی لڑکی اور ہرمزان کو جو ایک نومسل ایرانی تھا قتل کر دیا کیونکہ ان کے خیال میں یہ سب سازش میں شریک تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے جب عنان خلافت ہاتھ میں لی تو سب سے پہلے یہی مقدمہ پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے اس کے متعلق رائے طلب کی حضرت علیؓ نے عبیداللہ بن عمر ان کو ہرمزان کے قصاص میں قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔ بعض مہاجرین نے کہا عمرؓ کل قتل ہوئے اور ان کا لڑکا آج مارا جائے گا؟ عمرو بن العاص نے کہا، امیر المومنین! اگر آپ عبیداللہ کو معاف کر دیں گے تو امید ہے کہ خدا آپ سے باز پرس نہ کرے گا۔ غرض اکثر صحابہؓ عبیداللہ کے قتل کر دینے کے خلاف تھے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا چونکہ ہرمزان کا کوئی وارث نہیں ہے اس لئے بحیثیت امیر المومنین میں اس کا ولی ہوں اور قتل کے بجائے دیت پر راضی ہوں۔ اس کے بعد خود اپنے ذاتی مال سے دیت کی رقم دے دی۔ **(ابن اثیر ج ۳ ص ۵۸،۵۹)**

● حضرت عثمانؓ نے جو عمدگی کے ساتھ اس مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کیونکہ قبیلہ عدی کبھی ہرمزان کے قصاص میں عبیداللہ بنؓ عمر کے قتل کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور درحقیقت اسی وقت فتنہ وفساد کی آگ مشتعل ہوجاتی۔

● ولید بن عقبہ والئ کوفہ نے بادہ نوشی کی تو حضرت عثمانؓ نے فوراً معزول کردیا لیکن حد کے اجراء میں اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ گواہوں پر کامل اطمینان نہیں تھا۔ جب کافی ثبوت بہم پہنچ گیا تو پھر حد کے اجراء میں پس وپیش نہیں کیا گیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۴۵ وطبری ص ۲۸۴۹)

اعتراض نمبر ۱۰ کا جواب: خیال کہ حضرت عثمانؓ نے موثق روایات کو چھوڑ کر روایات شاذہ پر عمل کیا قطعی غلط ہے البتہ اجتہادی مسائل میں اختلاف آرا ہوا، اور یہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام صحابہؓ میں اس قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱ کا جواب: مذہب میں اختراع بدعات کا الزام نہایت لغو اور سراسر کذب ہے۔ اتباع سنت حضرت عثمانؓ کا مقصد حیات تھا۔ منیٰ میں دو کے بجائے چار رکعات نماز ادا کرنا بھی دراصل ایک نص شرعی پر مبنی تھا۔ چنانچہ جب صحابہؓ نے اس کو بدعت پر محمول کرکے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو خود حضرت عثمانؓ نے ایک مجمع میں چار رکعت نماز پڑھنے کی حسب ذیل وجہ بیان کی۔

''لوگو! جب میں مکہ پہنچا تو یہاں اقامت کی نیت کرلی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو کسی شہر میں اقامت کی نیت کرلے اس کو مقیم کی طرح نماز پڑھنی چاہئے۔''

اعتراض نمبر ۱۲ کا جواب: بارہواں الزام ''مصری وفد'' کے ساتھ بدعہدی کا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث حضرت عثمانؓ کی شہادت کے موقع پر آئے گی۔

مفسدین کوفہ کی خواہش

پہلے گزر چکا ہے کہ مفسدین کوفہ سعید بن العاصؓ سے خاص بغض وعناد رکھتے تھے۔ چنانچہ جب وہ مجلس شوریٰ میں شریک ہوگئے تو انہوں نے باہم عہد کیا کہ اب وہ ان کے کوفہ

آنے میں بزور مزاحم ہوں گے۔ چنانچہ جب سعید بن العاصؓ مدینہ سے کوفہ گئے تو مفسدین نے شہر سے باہر نکل کر مقام جرعہ میں مزاحمت کی اور سعیدؓ کو مدینہ جانے پر مجبور کردیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کی خواہش کے مطابق سعیدؓ کو معزول کرکے ابوموسیٰ اشعریؓ کا تقرر کیا اور باغیوں کے پاس لکھ کر بھیجا کہ میں نے تمہاری خواہش کے مطابق تقرر کردیا اور آخر وقت تک تمہاری اصلاح میں جدوجہد کروں گا اور کسی وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا۔ (طبری ص ۲۹۳۶)

تحقیقاتی وفود

حضرت عثمانؓ برابر اصلاح ملک کی فکر میں تھے کہ کوئی مناسب تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ حضرت طلحہؓ نے مشورہ دیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں حالات کی تحقیق کے لئے وفود روانہ کئے جائیں، حضرت عثمانؓ کو یہ رائے پسند آئی۔ چنانچہ ۳۵ھ میں حضرت محمد بنؓ مسلمہ کوفہؓ، اسامہ بن زیدؓ بصرہ، عمار بن یاسرؓ مصر، عبداللہ بن عمرؓ شام اور بعض دوسرے صحابہؓ دیگر صوبہ جات کی طرف تفتیش حال کے لئے روانہ کئے۔ (ایضاً ص ۲۹۴۳)

● نیز تمام ملک میں گشتی اعلان جاری کردیا کہ میں عموماً حج کے موقع پر تمام عمال کو جمع کرتا ہوں اور جس عامل کے خلاف کوئی شکایت پیش کی جاتی ہے۔ فوراً تحقیقات کرکے تدارک کرتا ہوں لیکن باوجود اس کے معلوم ہوا ہے کہ بعض عمال بے وجہ لوگوں کو مارتے ہیں، گالی دیتے ہیں اور دوسرے طریقہ سے ظلم وتعدی کرتے ہیں، اس لئے یہ اعلان عام ہے کہ جس کو مجھ سے یا میرے کسی عامل سے کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر بیان کرے میں کامل تدارک کرکے ظالم سے مظلوم کا حق دلاؤں گا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۲)

انقلاب کی کوشش

ادھر دربار خلافت میں یہ اصلاحات کی تجویزیں پیش ہورہی تھیں۔ دوسری طرف ملک میں ایک عظیم الشان انقلاب کی سازش مکمل ہوچکی تھی۔ چنانچہ بصرہ، کوفہ اور مصر کے فتنہ پردازوں نے آپس میں طے کرکے اپنے اپنے شہر سے حاجیوں کی وضع میں مدینہ کا رخ کیا۔ (ایضاً ص ۱۲۵)

تا کہ حضرت عثمانؓ سے بزور اپنے مطالبات تسلیم کرائیں۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر قیام کیا اور چند آدمی جو اس جماعت کے سرگروہ تھے باری باری حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد وقاصؓ اور حضرت علیؓ کے پاس گئے کہ وہ اپنی وساطت سے معاملہ کا تصفیہ کرادیں۔ لیکن سب نے اس جھگڑے میں پڑنے سے انکار کردیا۔

● حضرت عثمانؓ کو فتنہ وفساد کا دبانا اور لوگوں کی صحیح شکایات کا رفع کرنا بہرحال منظور تھا اس لئے انہوں نے مفسدین کے اجتماع کی خبر سنی تو حضرت علیؓ کو بلا کر کہا کہ آپ اس جماعت کو راضی کر کے واپس کر دیجئے۔ میں جائز مطالبات کے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی وساطت سے مفسدین واپس گئے۔ **(ایضاً ص ۱۲۹ طبع یورپ)**

جمعہ کا خطبہ

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز مسجد میں خطبہ دیا اور تفصیل کے ساتھ اصلاحی اسکیم اور اپنے آئندہ طرز عمل کی توضیح کی۔ لوگ خوش ہوئے کہ اب منازعات کا خاتمہ ہوگیا اور جدید اصلاحات کے اجراء سے ایک طرف تو بنوامیہ کا زور ٹوٹ جائے گا، دوسری طرف باغ اسلام میں جس کو مسلسل پانچ سال کے فتنہ وفساد اور سازش فتنہ پردازی کی بادخزاں نے بے رونق کردیا ہے پھر تازہ بہار آجائے گی۔ لیکن یہ غنچۂ سرور ابھی اچھی طرح کھلا بھی نہ تھا کہ مرجھا گیا اور ایک دن دفعتہً مدینہ کی گلیوں میں تکبیر کے نعروں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے شور قیامت برپا ہوگیا۔ کبار صحابہ گھبرا کر گھروں سے نکل آئے دیکھا کہ مفسدین کی جماعت پھر واپس آگئی ہے اور ''انتقام! انتقام'' کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

حضرت علیؓ نے بڑھ کر واپس آنے کا سبب دریافت کیا۔ مصریوں نے کہا کہ راہ میں دربار خلافت کا ایک قاصد ملا جو نہایت تیزی وعجلت کے ساتھ مصر جارہا تھا۔ اس کی مشتبہ حالت سے بدگمانی ہوئی اور خیال ہوا کہ ضرور ہم لوگوں کے متعلق والئ مصر کے پاس احکام جارہے ہیں، تلاشی لی گئی تو درحقیقت ایک ایسا فرمان برآمد ہوا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ ہم لوگوں کی گردن

ماردی جائے۔ اس لئے اب ہم اس بدعہدی اور فریب کاری کا انتقام لینے آئے ہیں۔

خلافت سے کنارہ کشی کا مطالبہ

حضرت عثمانؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے حیرت کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اور قسم کھا کر کہا کہ مجھے مطلقاً اس خط کی اطلاع نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ کے حلفیہ انکار پر لوگوں نے قیاس کیا کہ یہ یقیناً مروان کی شرارت ہے۔ مصریوں نے کہا بہرحال کچھ بھی ہو جو خلیفہ اس قدر غافل ہو کہ اس کی لاعلمی میں ایسے اہم امور پیش آجائیں اور اسے خبر نہ ہو وہ کسی طرح خلافت کے لئے موزوں نہیں ہوسکتا اور حضرت عثمانؓ سے مسند خلافت سے کنارہ کش ہوجانے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا جب تک مجھ میں رمق جان باقی ہے میں اس خلافت کو جو خدا نے مجھے پہنایا ہے خود اپنے ہاتھوں سے نہیں اتاروں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق میں اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک صبر کروں گا۔ **(ابن سعد تذکرۂ عثمانؓ)**

حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ

حضرت عثمانؓ کے انکار پر مفسدین نے کاشانۂ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کرلیا جو چالیس دن تک مسلسل قائم رہا۔ اس عرصہ میں اندر پانی تک پہنچانا جرم تھا۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے ساتھ کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حضرت عثمانؓ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر مفسدین کے قلوب نور ایمان سے خالی ہو چکے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا اور بے ادبی کے ساتھ مزاحمت کر کے واپس کردیا۔ **(طبری ص ۲۱۰)**

ہمسایہ گھروں سے کبھی کبھی رسد اور پانی کی امداد پہنچ جاتی تھی مفسدین کی خیرہ سری سے صحابہ کرامؓ کی بے احترامی اتنی بڑھ گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بنؓ سلام، ابوہریرہؓ، سعد وقاصؓ، اور زید بنؓ ثابت جیسے اکابر صحابہ تک کی کسی نے نہ سنی اور ان کی توہین کی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے بلانے پر ان کے گھر کے اندر جانا چاہا تو لوگوں نے ان کو روک دیا۔ آپ نے

مجبور ہو کر اپنا سیاہ عمامہ اتار کر قاصد کو دے دیا اور کہا جو حالت ہے اس کو دیکھ لو اور جا کر کہہ دو۔
(ابن سعد ج ۳ قسم اول)

بہت سے صحابہ نے ان پر آشوب حالات میں گوشہ نشینی مناسب سمجھی۔ ذمہ دار صحابہ میں اس وقت تین بزرگ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ موجود تھے جو نہ تو بے تعلق رہ سکتے تھے اور نہ ان حالات پر ان کو قابو تھا۔ تینوں لوگوں نے کچھ کوششیں بھی کیں مگر اس ہنگامہ میں کوئی کسی کی نہیں سنتا تھا اس لئے یہ تینوں اصحاب بھی عملاً علیحدہ رہے۔ مگر اپنے اپنے جگر گوشوں کو خلیفۂ وقت کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ حضرت امام حسنؓ دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر میں جو جان نثار موجود تھے ان کی افسری پر متعین کیا۔

باغیوں کو سمجھانے کی حضرت عثمانؓ کی کوشش

کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرنے والے باغیوں کو متعدد دفعہ حضرت عثمانؓ نے سمجھانے کی کوشش کی۔ ان کے سامنے مؤثر تقریریں کیں۔ حضرت ابی بنؓ کعب نے تقریر کی، مگر ان لوگوں پر کسی چیز کا اثر نہ ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے چھت کے اوپر سے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول کریم ﷺ جب مدینہ آئے تو یہ مسجد تنگ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کون اس زمین کو خرید کر وقف کرے گا؟ اس کے صلہ میں اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی تو میں نے آپ ﷺ کی حکم کی تعمیل کی، تو کیا اسی مسجد میں تم مجھے نما ز پڑھنے نہیں دیتے۔ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ رسول کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اس میں ارومہ کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کون خرید کر عام مسلمانوں پر وقف کرتا ہے؟ اور اس سے بہتر اس کو جنت میں ملے گا تو میں نے ہی اس کی تعمیل کی۔ تو کیا اسی کے پانی پینے سے مجھے محروم کر رہے ہو۔؟ کیا تم جانتے ہو کہ عسرت کے لشکر کو میں ہی نے ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا، سب نے جواب دیا خداوندا! یہ سب باتیں سچ ہیں۔ **(ابن حنبل ج اول ص ۷۴، ص ۷۰، ۷۵)**

مگر سنگدلوں پر اس کا اثر بھی نہ ہوا۔ پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا ''تم کو قسم دیتا ہوں، تم میں کسی کو یاد ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ ﷺ نے پہاڑ کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا۔ اے حرا ٹھہر جا کہ تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید ہے اور میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے کہا یاد ہے۔ پھر فرمایا خدا کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کہ حدیبیہ میں مجھے آپؐ نے مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا تھا تو کیا خود اپنے ایک دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار نہیں دیا؟ اور میری طرف سے خود ہی بیعت نہیں کی؟ سب نے کہا سچ ہے۔ **(ایضاً ص ۵۹)**

آخر میں باغی یہ دیکھ کر کہ حج کا موسم چند روز میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کے ختم ہوتے ہی لوگ مدینہ کا رخ کریں گے اور موقع نکل جائے گا۔ آپ کے قتل کے مشورے کرنے لگے جس کو خود حضرت عثمانؓ نے اپنے کانوں سے سنا اور مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو! آخر کس جرم پر تم میرے خون کے پیاسے ہو۔؟ اسلام کی شریعت میں کسی کے قتل کی صرف تین ہی صورتیں ہیں یا تو اس نے بدکاری کی ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے یا اس نے بالارادہ کسی کو قتل کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جائے گا یا وہ مرتد ہو گیا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا۔ میں نے نہ تو جاہلیت میں اور نہ اسلام میں بدکاری کی، نہ کسی کو قتل کیا اور نہ اسلام کے بعد مرتد ہوا۔ اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ لیکن باغیوں پر ان میں سے کوئی تقریر کارگر نہ ہوئی۔ **(ایضاً ص ۶۲)**

جاں نثاروں کے مشورے اور اجازت طلبی

بعض جاں نثاروں نے مختلف مشورے دیے مغیرہ بنؓ شعبہ نے آ کر عرض کیا ''امیر المومنین! تین باتیں ہیں، ان میں سے ایک قبول کیجئے۔ آپ کے طرفداروں اور جان نثاروں کی ایک طاقتور جماعت یہاں موجود ہے اس کو لے کر نکلئے اور ان باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو نکال دیجئے آپ حق پر ہیں وہ باطل پر، لوگ حق کا ساتھ دیں گے، اگر یہ منظور نہیں تو پھر صدر دروازہ چھوڑ کر دوسری طرف سے دیوار توڑ کر اس محاصرہ سے نکلئے اور سواریوں پر بیٹھ کر مکہ معظّمہ چلے جایئے وہ حرم ہے وہاں یہ لوگ لڑ نہ سکیں گے، یا پھر یہ کہ شام

چلے جایئے وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور معاویہؓ موجود ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں وہ پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا جو امت محمدی کی خونریزی کرے۔ اگر مکہ معظّمہ چلا جاؤں تو بھی اس کی امید نہیں کہ یہ لوگ حرم الٰہی کو توہین نہ کریں گے اور جنگ سے باز آجائیں گے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق وہ شخص نہیں بننا چاہتا جو مکہ جا کر اس کی بے حرمتی کا باعث ہوگا اور شام بھی نہیں جا سکتا کہ اپنے ہجرت کے گھر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ **(ابن حنبل ج ۱ ص ۶۷)**

- حضرت عثمانؓ کا گھر بہت بڑا اور وسیع تھا، دروازہ اور گھر میں صحابہ اور عام مسلمانوں کی خاصی جمعیت موجود تھی جس کی تعداد سات سو تھی۔ **(ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۴۹)**
- اور جس کے سردار حضرت زبیرؓ کے بہادر صاحبزادہ حضرت عبداللہ بنؓ زبیر تھے۔ **(ایضاً)**
- وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیر المومنین! اس وقت گھر کے اندر ہماری خاصی تعداد ہے، اجازت ہو تو میں ان باغیوں سے لڑوں، فرمایا، اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو میں اس کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لئے اپنا خون نہ بہائے۔ **(ایضاً)**
- گھر میں اس وقت بیس غلام تھے ان کو بھی بلا کر آزاد کر دیا۔ **(ابن حنبل ج ۱ ص ۷۲)**
- حضرت زید بنؓ ثابت نے آکر عرض کیا امیر المومنین! انصار دروازہ پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں کہ وہ دوبارہ اپنے کارنامے دکھائیں۔ فرمایا اگر لڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا۔ **(ابن سعد ج ۳ ص ۴۸)**
- اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو میری مدافعت میں تلوار نہ اٹھائے۔ **(ایضاً)**
- حضرت ابوہریرہؓ نے اجازت مانگی تو فرمایا، اے ابوہریرہؓ! کیا تمہیں پسند آئے گا کہ تم تمام دنیا کو اور ساتھ ہی مجھ کو بھی قتل کر دو، عرض کی نہیں، فرمایا کہ اگر تم نے ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا سب قتل ہو گئے۔ **(یہ سورہ مائدہ ع ۵ کی آیت ۶ کی طرف اشارہ ہے)** ابوہریرہؓ یہ سن کر لوٹ آئے۔ **(ایضاً)**

شہادت کی تیاری

حضرت عثمانؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ **(ابن حنبل ج اول ص ۶۶)**

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مرتبہ ان کو اس سانحہ سے خبردار کیا تھا اور صبر و استقامت کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت عثمانؓ اس وصیت پر پوری طرح قائم اور ہر لحہ ہونے والے واقعہ کے منتظر تھے جس دن شہادت ہونے والی تھی، آپ روزہ سے تھے جمعہ کا دن تھا خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ عثمانؓ جلدی کرو، تمہارے افطار کے ہم منتظر ہیں۔ بیدار ہوئے تو حاضرین سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا، باغی مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ انہوں نے کہا امیر المومنین! ایسا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا میں یہ خواب دیکھ چکا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "عثمانؓ! آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا۔

(ابن سعد ج ۳ ص ۵۳ اور حاکم ج ۳ ص ۹۹ و ص ۱۰۳ میں یہ دونوں خواب مذکور ہیں اور ابن حنبل میں صرف پہلے خواب کا ذکر ہے)

- پھر پائجامہ جس کو کبھی نہیں پہنا تھا، منگا کر پہنا۔ **(ابن حنبل ج اول ص ۷۱)** اپنے بیس غلاموں کو بلا کر آزاد کیا اور قرآن کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت

باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا، حضرت امام حسنؓ جو دروازہ پر متعین تھے مدافعت میں زخمی ہوئے۔ چار باغی دیوار پھاند کر چھت پر چڑھ گئے۔ آگے آگے حضرت ابوبکرؓ کے چھوٹے صاحبزادے محمد بن ابی بکر تھے، جو حضرت علیؓ کی آغوش تربیت میں پلے تھے، یہ کسی بڑے عہدے کے طلب گار تھے جس کے نہ ملنے سے حضرت عثمانؓ کے دشمن بن گئے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی ریش مبارک پکڑ لی اور زور سے کھینچی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ پسند نہ آتا، یہ سن کر محمد بن ابی بکر شرما کر

پیچھے ہٹ گئے اور ایک دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ اس زور سے ماری کہ پہلو کے بل گر پڑے۔

اس وقت بھی زبان سے ''**بسم اللہ توکلت علیٰ اللہ**'' نکلا۔ سودان ابن حمران مرادی نے دوسری جانب ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ ایک اور سنگدل عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر پے در پے نیزوں کے نو زخم لگائے، کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی حضرت نائلہ نے جو پاس ہی بیٹھی تھیں، ہاتھ پر روکا، تین انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں، وار نے ذوالنورین ؓ کی شمع حیات بجھادی، اس بے کسی کی موت پر عالم امکان نے ماتم کیا کائنات ارضی وسماوی نے خون ناحق پر آنسو بہائے کارکنان قضا وقدر نے کہا جو خون آشام تلوار آج بے نیام ہوئی ہے وہ قیامت تک بے نیام رہے گی اور فتنہ وفساد کا جو دروازہ کھلا ہے وہ حشر تک کھلا رہے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن میں اس کا اشارہ ہے)

شہادت کے وقت حضرت عثمان ؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ قرآن مجید سامنے کھلا تھا، اس خون ناحق نے جس آیت کو خون ناب کیا وہ یہ ہے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔ (سورہ بقرہ: ۱۳۷)

ترجمہ: ''خدا تم کو بس ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین

جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش آیا، دو دن تک لاش بے گور وکفن پڑی رہی، حرم رسول میں قیامت برپا تھی، باغیوں کی حکومت تھی، ان کے خوف سے کسی کو اعلانیہ دفن کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ سنیچر کا دن گزر کر رات کو چند آدمیوں نے ہتھیلی پر جان رکھ کر تجہیز وتکفین کی ہمت کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں شہید مظلوم کا جنازہ اٹھایا اور کل سترہ افراد نے کابل سے مراکش تک کے فرماں روا کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ مسند ابن حنبل میں ہے کہ حضرت زبیر ؓ نے اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر بن معظم ؓ نے

نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب میں اس حلیم وبردبار کے مجسمہ کو اور بے کسی ومظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا۔ بعد کو یہ دیوار توڑ کر جنت البقیع میں داخل کرلیا گیا۔ آج بھی جنت البقیع کے سب سے آخر میں قبر مبارک موجود ہے۔ (مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۳)

حضرت عثمان ؓ کی شہادت پر صحابہ کا حال

صحابۂ کرام اور عام مسلمانوں میں سے کوئی اس سانحۂ عظمیٰ کے سننے کے لئے تیار نہ تھا اور کسی کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ باغی اس حد تک جرأت کریں گے کہ امام وقت کے قتل کے مرتکب ہوں گے اور حرم رسول اللہ ﷺ کی توہین کریں گے۔ اس لئے جس نے اس کو سنا سکتے میں آگیا۔ جو لوگ حضرت عثمان ؓ کی طرز حکومت کے کسی قدر شاکی تھے انہوں نے بھی اس بے کسی اور مظلومی کی موت پر آنسو بہائے۔ تمام لوگوں میں سناٹا چھا گیا، خود باغی بھی جن کی پیاس اس خون سے بجھ چکی تھی، اب اپنے عمل کو سوچ کر اپنی حرکت پر نادم تھے، لیکن ''دشمنوں نے اسلام کے لئے سازش کا جو جال بچھایا تھا اس میں وہ کامیاب ہو چکے تھے، متحد اسلام سنی، شیعہ، خارجی اور عثمانی مختلف حصوں میں بٹ گیا اور ایسا تفرقہ پڑا جو قیامت تک کے لئے قائم رہ گیا۔

حضرت علی ؓ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان ؓ کے گھر کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں شہادت کی اطلاع ملی۔ یہ خبر سنتے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا، خداوندا! میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ حضرت عمر ؓ کے بہنوئی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے کہا لوگو! اگر کوہ احد تمہاری اس بداعمالی کے سبب پھٹ کر تم پر گر پڑے تو بھی بجا ہے۔ حضرت حذیفہ ؓ نے جو صحابہ میں فتنہ وفساد کی پیشین گوئی کے سب سے بڑے حافظ اور رسول کریم ﷺ کے محرم اسرار تھے، فرمایا، آہ! عثمان کے قتل سے اسلام میں وہ رخنہ پڑ گیا جو اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا اگر تمام خلقت عثمان کے قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح آسمان سے اس پر پتھر برستے۔ ثمامہ بن عدی ؓ صحابی کو جو صنعائے یمن کے والی تھے، اس کی خبر پہنچی تو وہ رو پڑے اور فرمایا کہ افسوس! رسول اللہ ﷺ کی جانشینی جاتی

رہی۔ابوحمید ساعدہؓ صحابی نے قسم کھائی کہ جب تک جیوں گا ہنسی کا منہ نہ دیکھوں گا۔عبداللہ بن سلامؓ صحابی نے کہا۔آہ! آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا ۔عثمانؓ مظلوم مارے گئے۔خدا کی قسم! ان کا نامہ اعمال دھلے کپڑے کی طرح پاک ہوگیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری تھا۔حضرت ابوہریرہؓ کا یہ حال تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے۔

(یہ تمام الفاظ ابن سعد ج ۳ قسم اول ص ۵۵،۵۶ میں مذکور ہیں۔حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل کا فقرہ صحیح بخاری باب اسلام سعید بن زیدؓ میں بھی مذکور ہے حضرت علیؓ کا فقرہ حاکم مستدرک میں بسند صحیح نقل کیا ہے)

حضرت عثمان غنیؓ کا نظام خلافت

اسلامی حکومت کی ابتدا شوریٰ سے ہوئی۔فاروق اعظم نے اس کو زیادہ مکمل اور منظم کردیا ۔حضرت عثمانؓ نے بھی اس نظام کو اپنے ابتدائی عہد میں قائم رکھا۔لیکن آخر میں بنوامیہ کے استیلاء نے اس میں برہمی پیدا کردی،مروان بن حکم نے حضرت عثمانؓ کے اعتماد نیکی اور سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خلافت کے کاروبار میں پورا رسوخ پیدا کرلیا تھا،تاہم جب کبھی آپ کو کسی ،معاملہ کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی تو آپ فوراً اس کے تدارک کی سعی کرتے۔نیک مشوروں کو قبول کرنے میں تامل نہ فرماتے۔چنانچہ ولید بن عقبہ کی بادہ نوشی کی طرف توجہ دلائی گئی تو تحقیق کے بعد انہوں نے فوراً اس کو معزول کردیا اور شرعی حد جاری کی اسی طرح جب حضرت طلحہؓ نے ملک میں عام تحقیقات کے لئے وفود بھیجنے کا مشورہ دیا تو فوراً اس کو تسلیم کرلیا۔

جمہوری حکومت کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور حکام کے طریق عمل پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل ہو۔حضرت عثمانؓ کے اخیر عہد میں اگرچہ مجلس شوریٰ کا باقاعدہ نظام درہم برہم ہوگیا تھا تاہم یہ حقوق بجنسہ باقی تھے۔چنانچہ ایک دفعہ مجمع عام میں ایک شخص نے عمال کو اپنے ہی خاندان سے منتخب کرنے پر بلند آہنگی سے اعتراض کیا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرحؓ کو طرابلس کے مال غنیمت سے خمس کا پانچواں حصہ

دے دیا تو بہت سے آدمیوں نے اس پر اعتراض کیا اور حضرت عثمانؓ کو اسے واپس کرنا پڑا۔

عمال کی مجلس شوریٰ

ملکی وانتظامی معاملات میں حکام وقت دوسرے غیر ذمہ دار اشخاص کے مقابلہ میں نسبتاً بہتر رائے قائم کرسکتے ہیں،چنانچہ آج تمام مہذب حکومتوں میں عمال وحکام کی ایک مجلس شوریٰ ہوتی ہے۔حضرت عثمان ذوالنورین نے تیرہ سو برس پہلے اس ضرورت کو محسوس کرکے عمال کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی تھی۔اس مجلس کے ارکان سے عموماً تحریری رائیں طلب کی جاتی تھیں۔کوفہ میں پہلے جب فتنہ وفساد کی ابتداء ہوئی تو اس کی بیخ کنی کے متعلق تحریر ہی کے ذریعہ سے رائیں طلب کی گئی تھیں۔کبھی کبھی دارالخلافہ میں باقاعدہ جلسے بھی ہوتے تھے۔چنانچہ ۳۴ھ میں اصلاحات ملک پر غور کرنے کے لئے جو جلسہ ہوا تھا،اس میں تمام اہل الرائے اور اکثر عمال شریک تھے۔**(ابن اثیر ج ۳ ص ۱۱۷)**

صوبوں کی تقسیم

نظام حکومت کے سلسلہ میں سب سے پہلے کام صوبہ جات اور اضلاع کی مناسب تقسیم ہے۔حضرت عمرؓ نے ملک شام کو تین صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔یعنی دمشق،اردن اور فلسطین علیحدہ صوبے قرار پائے تھے۔حضرت عثمانؓ نے سب کو ایک والی کے ماتحت کرکے ایک صوبہ بنادیا،جو نہایت سودمند ثابت ہوا کیونکہ جب والی خوش تدبیر اور ذی ہوش ہو تو ملک کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کردینے سے اس کا ایک ہی مرکز سے وابستہ رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔اسی کا نتیجہ تھا کہ آخری عہد میں جب تمام ملک سازش اور فتنہ پردازی کا جولان گاہ بنا تھا اس وقت وہ تمام اضلاع جو شام سے ملحق کردیئے گئے تھے اس سے پاک وصاف رہے،دوسرے صوبہ جات بعینہ باقی رکھے گئے البتہ جدید مفتوحہ ممالک یعنی طرابلس،قبرص ،آرمینیہ اور طبرستان علیحدہ علیحدہ صوبے قرار پائے۔

اختیارات کی تقسیم

حضرت عثمانؓ نے افسر فوج کا ایک جدید عہدہ ایجاد کیا اس سے پہلے والی یعنی حاکم صوبہ انتظام ملک کے ساتھ فوج کی افسری بھی کرتا تھا، چنانچہ یعلی بن منبہ صنعا کے عامل ہوئے تو عبداللہ بن ربیعہ فوج کی افسری پر مامور ہوئے۔ اسی طرح عمرو بن العاصؓ معزولی سے پہلے والئ مصر تھے اور مصری فوج کی باگ عبداللہ بن ابی سرحؓ کے ہاتھ میں تھی۔

حکام کی نگرانی

خلیفۂ وقت کا سب سے اہم فرض حکام اور عمال کی نگرانی ہے حضرت عثمانؓ اگرچہ طبعاً نہایت نرم تھے، بات بات پر رقت طاری ہوجاتی تھی اور ذاتی حیثیت سے تحمل، بردباری، تساہل اور چشم پوشی آپ کا شیوہ تھا، لیکن ملکی معاملات میں انہوں نے تشدد احتساب اور نکتہ چینی کو اپنا طرز عمل بنایا۔ سعید بن ابی وقاصؓ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لی جس کو ادا نہ کر سکے۔ حضرت عثمانؓ نے سختی سے باز پرس کی اور معزول کر دیا۔

ولید بن عقبہ نے بادہ نوشی کی، معزول کر کے علانیہ حد جاری کی۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے امیرانہ زندگی اختیار کی تو انہیں بھی ذمہ داری کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا۔ اسی طرح عمرو بنؓ العاص والئ مصر وہاں کے اخراج میں اضافہ نہ کر سکے تو ان کو علیحدہ کر دیا۔

نگرانی کا یہ عام طریقہ تھا کہ دریافت حال کے لئے دربار خلافت سے تحقیقاتی وفود روانہ کئے جاتے تھے جو تمام ممالک محروسہ میں دورہ کر کے عمال کے طرز عمل اور رعایا کی حالت کا اندازہ کرتے تھے۔ یہ تینوں بزرگ صحابہؓ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، چنانچہ ۳۵ھ میں ملک کی عام حالت دریافت کرنے کے لئے جو روانہ کئے گئے تھے ان میں یہی حضرات تھے۔ (طبری ص ۲۹۴۳)

ملک کی حالت سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے آپ کا یہ معمول تھا کہ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لاتے تو خطبہ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے اطراف ملک کی خبریں پوچھتے اور نہایت غور سے سنتے۔ (مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۳)

تمام ملک میں اعلان عام تھا کہ جس کسی کو کسی والی سے شکایت ہو وہ حج کے موقع پر بیان کرے۔ اس موقع پر تمام عمال لازمی طور پر طلب کئے جاتے تھے اس لئے بالمواجہ شکایتوں کی تحقیقات کر کے تدارک فرماتے تھے۔ (طبری ص ۲۹۴۴)

ملکی نظم ونسق کا دستور العمل

فاروق اعظمؓ نے ملکی نظم ونسق کا جو دستور العمل مرتب کیا تھا حضرت عثمانؓ نے اس کو بعینہٖ باقی رکھا اور مختلف شعبوں کے جس قدر محکمے قائم ہو چکے تھے، ان کو مضبوط کر کے ترقی دی۔ یہ اسی نظم ونسق کا اثر تھا کہ ملکی محاصل میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ دینار تھا لیکن عہد عثمانی میں اس کی مقدار ۴۰ لاکھ تک پہنچ گئی۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۳)

بیت المال اور وظائف کا نظام

جدید فتوحات کے باعث جب ملکی محاصل میں غیر معمولی ترقی ہوئی تو بیت المال کے مصارف میں بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ اہل وظائف کے وظیفوں میں ایک ایک سو درہم کا اضافہ ہوا۔ حضرت عمرؓ رمضان میں امہات المومنینؓ کو دو دو درہم اور عوام کو ایک ایک درہم روزانہ بیت المال سے دلاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے علاوہ لوگوں کا کھانا بھی مقرر کر دیا۔

دفاتر کے لئے عمارتوں کی تعمیرات

حکومت کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا گیا اسی قدر تعمیرات کا کام بھی بڑھتا گیا تمام صوبہ جات میں مختلف دفاتر کے لئے عمارتیں تیار ہوئیں۔ رفاہ عام کے لئے سڑک، پل اور مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ مسافروں کے لئے مہمان خانے بنائے گئے۔ پہلے کوفہ میں کوئی مہمان خانہ نہ تھا اس سے مسافروں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عقیل اور ابن ہبار کے مکانات خرید کر ایک نہایت عظیم الشان مہمان خانہ بنوا دیا۔

ملکی انتظام اور رعایا کی آسائش دونوں لحاظ سے ضروری تھی کہ دارالخلافہ کے تمام راستوں کو سہل اور آرام دہ بنا دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے مدینہ کے راستہ میں موقع موقع

سے چوکیاں، سرائیں اور چشمے تیار کرادیئے، چنانچہ نجد کی راہ میں مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر ایک نہایت نفیس سرائے تعمیر کی گئی، اس کے ساتھ ساتھ ایک مختصر بازار بھی بسایا گیا۔ نیز شیریں پانی کا ایک کنواں بنایا گیا جو بیر السائب کے نام سے مشہور ہے۔ **(ایضاج ۲ ص ۲۱۷)**

سیلاب کے بچانے کی تدبیر

خیبر کی سمت سے کبھی کبھی مدینہ میں نہایت ہی خطرناک سیلاب آیا کرتا تھا جس سے شہر کی آبادی کو سخت نقصان پہنچتا تھا، مسجد نبویؐ کو اس سے صدمہ پہنچنے کا احتمال تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر مدری کے قریب ایک بند بندھوایا اور نہر کھود کر سیلاب کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔ اس بند کا نام بند مہزور ہے۔ رفاہ عام کی تعمیرات میں یہ خلیفہ ثالث کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ **(خلاصۃ الوفاء ج ۲ ص ۱۲۴)**

مسجد نبویؐ کی تعمیر وتوسیع

مسجد نبویؐ کی تعمیر میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایاں ہے، عہد نبویؐ میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد کی وسعت ناکافی ثابت ہوئی تھی تو اس کی توسیع کے لئے حضرت عثمانؓ نے قریب کا قطعۂ زمین خرید کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا تھا۔ پھر اپنے عہد میں بڑے اہتمام سے اس کی وسیع اور شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ سب سے اول ۲۴ھ میں اس کا ارادہ کیا لیکن مسجد کے گردوپیش جن لوگوں کے مکانات تھے وہ کافی معاوضہ دینے پر بھی مسجد نبویؐ کی قربت کے شرف سے ایک انچ زمین دینے کے لئے راضی نہ ہوتے حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو راضی کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ پانچ سال اس میں گزر گئے۔

بالآخر ۲۹ھ میں حضرات صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز ایک نہایت ہی مؤثر تقریر کی اور نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی طرف توجہ دلائی۔ اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے خوشی سے اپنے مکانات دے دیئے اور آپ

نے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کیا۔

نگرانی کے لئے تمام عمال طلب کیے اور خود شب وروز مصروف کار رہتے تھے۔ غرض دس مہینوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد اینٹ، چونا اور پتھر کی ایک نہایت خوش نما اور مستحکم عمارت تیار ہوگئی، وسعت میں بھی کافی اضافہ ہوگیا، یعنی طول میں پچاس گز کا اضافہ ہوا، البتہ عرض میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا۔ **(خلاصۃ الوفاء ص ۱۲۴)**

فوجی انتظامات

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں جس اصول پر فوجی نظام قائم کیا تھا حضرت عثمانؓ نے اس کو ترقی دی، فوجی خدمات کے صلہ میں جن لوگوں کے وظائف مقرر کئے گئے تھے، حضرت عثمانؓ نے اس میں سو سو درہم کا اضافہ کیا اور فوجی صیغہ کو انتظامی صیغوں سے الگ کر کے تمام صدر مقامات میں علیحدہ مستقل افسروں کے ماتحت کر دیا۔ اس عہد کے مکمل فوجی نظام کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امیر معاویہؓ کو حدود شام میں رومیوں کے مقابلہ کے لئے فوجی کمک کی ضرورت ہوئی تو ایران اور آرمینیہ کی فوجیں نہایت عجلت کے ساتھ بروقت پہنچ گئیں۔ اسی طرح جب عبداللہ بن ابی سرحؓ کو طرابلس میں بغاوت فرو کرنے کیلئے فوجی طاقت کی ضرورت پیش آئی تو شام وعراق کی کمک نے عین وقت پر مساعدت کی۔ افریقہ کی فتح میں جب مصری فوج ناکام ثابت ہوئی تو مدینہ سے کمک روانہ کی گئی جس کے افسر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ انہوں نے معرکہ کو کامیابی کے ساتھ ختم کیا۔

عہد فاروقی میں جو مقامات فوجی مرکز قرار پائے تھے، عہد عثمانی میں ان کے علاوہ طرابلس، قبرص، طبرستان اور آرمینیہ میں بھی فوجی مرکز قائم کئے گئے اور اضلاع میں چھاؤنیاں قائم کی گئیں جہاں تھوڑی تھوڑی فوج ہمیشہ متعین رہتی تھی۔

تمام ملک میں گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش وپرداخت کے لئے نہایت وسیع چراگاہیں بنوائی گئیں۔ خود دارالخلافہ کے اطراف ونواح میں متعدد چراگاہیں تھیں، سب سے بڑی چراگاہ مقام ربذہ میں تھی، جو مدینہ سے چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ چراگاہ دس میل لمبی اور اسی قدر چوڑی

تھی۔دوسری چراگاہ مقام نقیع میں تھی جو مدینہ سے بیس میل دور ہے۔اسی طرح ایک چراگاہ مقام ضربہ میں تھی جو وسعت میں ہر طرف سے چھ چھ میل تھی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب گھوڑوں اور اونٹوں کی کثرت ہوئی تو ان چراگاہوں کو پہلے سے زیادہ وسیع کیا گیا اور ہر چراگاہ کے قریب چشمے تیار کرائے گئے۔چنانچہ مقام ضربہ میں بنی صبیہ سے پانی کا ایک چشمہ خرید کر چراگاہ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔علاوہ اس کے حضرت عثمانؓ نے خود اپنے اہتمام سے ایک دوسرا چشمہ تیار کرایا اور منتظمین چراگاہ کے لئے مکانات تعمیر کرائے۔عہد عثمانی میں اونٹوں اور گھوڑوں کی جو کثرت تھی،اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف ضربہ کی چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔

امارت بحریہ

اسلام میں بحری جنگ اور بحری فوجی انتظامات کی ابتداء خاص حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے ہوئی۔اس سے پہلے یہ ایک خطرناک کام سمجھا جاتا تھا مگر افسوس ہے کہ تاریخوں سے اس کے تفصیلی انتظامات کا پتہ نہیں چلتا،صرف اس قدر معلوم ہے کہ امیر معاویہؓ کے توجہ دلانے پر بارگاہ خلافت سے ایک جنگی بیڑا تیار کرنے کا حکم ہوا اور عبداللہ بن قیس حارثی اس کے امیر البحر ہوئے۔لیکن اس قدر یقینی ہے کہ اسی زمانہ میں مسلمانوں کی بحری قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ آسانی کے ساتھ قبرص زیر نگیں ہوگیا اور رومیوں کے عظیم الشان جنگی بیڑے کو جس میں پانچ سو جہاز تھے اسلامی بیڑے نے ایسی شکست دی کہ پھر اس نے اسلامی سواحل کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کی۔

دین کی اشاعت وتبلیغ

نائب رسول اللہ ﷺ کا سب سے اہم فرض مذہب کی خدمت اور اس کی اشاعت وتبلیغ ہے،اس لئے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو اس فرض کے انجام دینے کا ہر لحظہ خیال رہتا تھا۔چنانچہ جہاد میں جو قیدی گرفتار ہوکر آتے تھے ان کے سامنے خود اسلام کے محاسن بیان کرکے ان کو دین متین کی طرف دعوت دیتے تھے۔ایک دفعہ بہت سی رومی لونڈیاں گرفتار ہوکر آئیں۔حضرت عثمانؓ نے خود ان کے پاس جاکر تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا۔چنانچہ دو عورتوں

نے متاثر ہوکر کلمۂ توحید کا اقرار کیا اور دل سے مسلمان ہوئیں۔(ادب المفرد باب خفض المراء)

حضرت عثمان غنیؓ کی خصوصیات

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ان صحابہ میں سے تھے جو اسلام سے پہلے ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔اسلام کے بعد اس ملکہ میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔

کتابت وحی

آپ کی تحریر وکتابت کی مہارت کی بنا پر رسول کریم ﷺ نے آپ کو کتابت وحی پر مامور کیا تھا اور جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ کو بلا کر لکھوایا کرتے تھے۔حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شب کے وقت وحی نازل ہوئی،حضرت عثمانؓ موجود تھے،رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے اسی وقت تعمیل ارشاد کی۔(کنزل العمال ج۶ ص۳۷۷)

اسلوب تحریر

اسلوب تحریر کا اندازہ ان فرامین وخطوط سے ہوسکتا ہے جو اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔افسوس ہے کہ الفاظ کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کا لطف ترجمہ میں قائم نہیں رہ سکتا۔بیعت خلافت کے بعد تمام ملک میں جو مختلف فرامین بھیجے ہیں ان میں سے ایک کے چند فقرے یہ ہیں:

''اتباع اور اطاعت ہی سے تم کو یہ درجہ حاصل ہوا ہے،پس دنیا طلبی تم کو تمہارے مقصد سے برگشتہ نہ کرنے پائے امت میں تین اسباب کے مجتمع ہوجانے کے بعد بدعات کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔دولت کی بہتات،لونڈیوں سے اولادوں کی کثرت،اعراب اور اعاجم کا قرآن پڑھنا،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کفر عجمیت میں ہے کیونکہ وہ جب کوئی بات نہیں سمجھ سکتے تو (خواہ مخواہ) تکلیف کرکے نئی نئی باتیں گھڑ لیتے ہیں۔''

ایک فرمان میں عمال کو تحریر فرماتے ہیں:قریب ہے کہ تمہارے آئمہ نگہبان ہونے کے بجائے صرف تحصیلدار ہوکر رہ جائیں،جب ایسی حالت ہوجائے گی تو حیا،امانت

اور وفاداری ناپید ہوجائے گی، ہاں بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے نفع نقصان کا خیال رکھو، ان کا حق ان کو دلواؤ جو ان سے لینا چاہے وہ ان سے وصول کرے۔''

تقریر وخطابت کا ملکہ

برجستہ تقریر وخطابت کا ملکہ نہ تھا، چنانچہ مسند نشینی کے بعد پہلے پہل جب منبر پر تشریف لائے تو زبان نے یاری نہ کی اور صرف یہ کہہ کر اتر آئے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ پہلے سے اس کے لئے تیار ہوکر آتے تھے میں بھی آئندہ تیار ہوکر آؤں گا، لیکن تم کو تقریر کرنے والے امام سے زیادہ کام کرنے والے امام کی ضرورت ہے۔ آپ کی تقریر مختصر لیکن فصیح وموثر ہوتی تھی ۔ایک خطبہ کے چند ابتدائی فقرے یہ ہیں:

''لوگو! بعض حرص وطمع اختیار محض ہے اور بعض ناامیدی تونگری وبے نیازی کے مترادف ہے، تم ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جس سے متمتع نہیں ہوسکتے اور ایسی امیدیں باندھتے ہو جو پوری نہیں ہوسکتی ہیں، تم لوگ اس دھوکہ کے گھر میں ایک وقت مقررہ تک کے لئے چھوڑے گئے ہو۔''

قرآن مجید سے خاص شغف

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ قرآن کا پڑھنا یا پڑھانا سب سے افضل ہے۔
(ابن حنبل ج ۱ ص ۵۷)

غالباً اسی لئے ان کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ دوسرے اکابر صحابہؓ کی طرح وہ بھی قرآن مجید کے حافظ تھے اور چونکہ کاتب وحی رہ چکے تھے، اس لئے ہر آیت کے شان نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے واقف تھے۔ کہتے ہیں کہ عہد نبوت میں انہوں نے بھی ایک مصحف جمع کیا تھا۔ **(نزہۃ الابرار قلمی ص ۴۱ کتب خانہ حبیب گنج)**

آیات قرآنی سے استدلال، استنباط احکام اور تفریع مسائل میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ قرآن پاک کو نومسلم قوموں کی تحریف سے بچانا ان کا بڑا کارنامہ ہے، یہ واقعہ بھی ان کی

فضیلت کا ایک باب ہے کہ اس وقت بھی جب وہ دشمنوں کے نرغہ میں تھے اور قاتل تیغ بکف ان کے سامنے تھے اور وہ قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے۔

حدیث شریف میں احتیاط

سلسلہ احادیث میں دوسرے صحابہ کی نسبت حضرت عثمانؓ سے مرفوع احادیث بہت کم مروی ہیں۔ آپ کی کل روایتوں کی تعداد ۱۴۶ ہے جن جن میں تین متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری ومسلم دونوں میں موجود ہیں اور آٹھ صرف بخاری اور پانچ صرف مسلم میں، اس طرح صحیحین میں آپ کی کل ۱۶ حدیثیں ہیں۔

ان کی روایات کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ روایات حدیث میں حد درجہ محتاط تھے فرماتے تھے کہ ''رسول کریم ﷺ سے بیان کرنے میں یہ چیز مانع ہوتی ہے کہ شاید دیگر صحابہ کے مقابلہ میں میرا حافظہ زیادہ قوی نہ ہو، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''جو شخص میری طرف وہ منسوب کرے گا جو میں نے نہیں کہا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔'' **(مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۵)**

اسی لئے وہ حدیث کی روایت میں سخت احتیاط کرتے تھے، عبدالرحمن بن حاطب کا بیان ہے کہ میں نے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ پوری بات کرنے والا نہیں دیکھا لیکن وہ حدیث بیان کرتے ڈرتے تھے۔ **(ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۳۹)**

حضرت عثمان غنیؓ کا فقہی واجتہادی عمل

حضرت عثمانؓ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعلی مرتضیٰؓ کی طرح اکابر مجتہدین میں داخل نہیں تاہم وہ شرعی اور مذہبی مسائل میں مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے اور دوسرے مجتہد صحابہؓ کی طرح ان کے اجتہادات اور فیصلے بھی کتب آثار میں مذکور ہیں۔ لوگ ان کے قول وعمل سے استفادہ کرتے تھے۔ **(بخاری کتاب الغسل وابن حنبل ج ۱ ص ۷۰، ۶۰)**

خصوصاً حج کے ارکان اور مسائل کے علم میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، اس علم میں ان

کے بعد حضرت عبداللہ بنؓ عمر کا درجہ تھا۔ (ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۴۱)

شیخین کے عہد خلافت میں بھی حضرت عثمانؓ سے فتوے پوچھے جاتے تھے اور پیچیدہ مسائل میں ان کی رائے دریافت کی جاتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مکہ میں گئے اور اپنی چادر ایک شخص پر جو خانۂ کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، ڈال دی۔ اتفاق سے اس پر ایک کبوتر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ چادر کو اپنی بیٹ سے گندہ نہ کردے۔ اس کو اڑا دیا، کبوتر اُڑ کر دوسری جگہ جا بیٹھا، وہاں اس کو ایک سانپ نے کاٹ لیا اور وہ اسی وقت مر گیا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے یہ مسئلہ ہوا تو انہوں نے کفاہ کا فتویٰ دیا، کیونکہ وہ اس کبوتر کو ایک محفوظ مقام سے غیر محفوظ مقام میں پہنچانے کا باعث ہوئے تھے۔ (دفعی طبع ص ۷۹)

بیعت خلافت کے بعد حضرت عثمانؓ کے سامنے ہرمزان کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدعا علیہ تھے۔ اس مقدمہ میں جو فیصلہ ہوا وہ بھی درحقیقت ایک اجتہاد پر مبنی ہے۔ یعنی مقتول کا اگر کوئی وارث نہ ہو تو حاکم وقت اس کا ولی ہوتا ہے چونکہ ہرمزان کا کوئی وارث نہ تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے بحیثیت ولی کے قصاص کے بجائے دیت لینا قبول کیا اور وہ رقم بھی اپنے ذاتی مال سے دے کر بیت المال میں داخل کردی۔

علم الفرائض یعنی ترکہ میں تقسیم پر خاص توجہ

حضرت عثمانؓ کو چونکہ تجارتی کاروبار سے ہمیشہ سابقہ پڑتا تھا اس لئے ان کو علم حساب سے ضرور دلچسپی رہی ہوگی، جس کا ثبوت یہ ہے کہ فرائض یعنی علم تقسیم ترکہ سے جس میں حساب کو بڑا دخل ہے، مناسبت تھی۔ چنانچہ اس فن کی تدوین اور ترتیب میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ ان کا ہاتھ بھی شامل ہے۔ قرآن شریف میں ذوی الفروض اور بعض عصبات کا ذکر ہے۔ حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ نے اپنی مجتہدانہ قوت سے اسی کو بنیاد قرار دے کر موجودہ علم الفرائض کی عمارت قائم کی۔

یہ دونوں اپنے زمانہ میں اس فن کے امام سمجھے جاتے تھے۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں وراثت کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی کرتے تھے اور اس سے متعلق تمام مشکل عقدوں کو حل فرماتے تھے، بعض صحابہ کو یہاں تک خوف تھا کہ ان دونوں کی وفات سے فرائض کا علم ہی جاتا رہے گا۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۲)

حضرت عثمان غنیؓ کا خوف خدا

خوف خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے۔ جو دل خدا کی ہیبت وجلال سے لرزاں نہیں، اس سے کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی۔ حضرت عثمانؓ اکثر خوف خداوندی سے آبدیدہ رہتے، موت، قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہوجاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی تر ہوجاتی۔

لوگ کہتے کہ دوزخ وجنت کے تذکروں سے تو آپ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی، آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپ بے قرار ہوجاتے ہیں ۔؟ فرماتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔ اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہوگیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔ (مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ہمرکابی

حضرت عثمانؓ تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور آپ پر فدویت وجانثاری کا حق ادا کیا۔ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ اتنی محبت وشیفتگی تھی کہ اپنے محبوب آقا کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی دیکھ کر بے قرار رہتے تھے اور جب موقع ملا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تحائف پیش کرتے۔ ایک دفعہ چار دن تک آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر وفاقہ سے بسر کیا۔ حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت بہت سا سامان خورد ونوش اور تین سو درہم لاکر بطور نذرانہ پیش کئے۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۶)

احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، پھر اس کو نجاست یا محل نجاست سے مس نہ ہونے دیا۔ **(ایضاً ص ۳۷۱)**

اہل بیت نبویؐ اور ازواج مطہراتؓ کا خاص طور سے پاس وخیال تھا۔ چنانچہ اپنے عہد خلافت میں جب اصحاب وظائف کے رمضان کے روزینے مقرر کئے تو ازواج مطہراتؓ کا روزینہ سب سے دونا مقرر کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کا اتباع سنت

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے اس محبت وارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے متبسّم ہوئے۔ لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی فرمایا میں نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحی فداہ) کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ **(طبری ص ۲۸۰۴)**

● ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضورؐ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ **(مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۵۸)**

● ایک دفعہ عصر کے وقت سب کے سامنے وضو کر کے دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ **(ایضاً ص ۶۸)**

● ایک بار مسجد کے دوسرے دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کئے ہوئے نماز کو کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا۔ **(ایضاً ص ۶۷، ۶۸)**

● حج کے موقع پر آپ اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے، طواف میں انہوں نے رکن یمانی کا بی بوسہ لیا، حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا، تو انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا

چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انہوں نے کہا۔ ہاں! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا استلام کرتے تم نے دیکھا؟ کہا نہیں! فرمایا، پھر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء مناسب نہیں؟ انہوں نے جواب دیا بے شک۔ **(مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۰، ۷۱)**

حضرت عثمان غنیؓ کا خاص وصف حیاء

شرم وحیاء حضرت عثمانؓ کا امتیازی وصف تھا، اس لئے مؤرخین نے ان کے اخلاق وعادات کے بیان میں حیاء کا مستقل عنوان قائم کیا، آپ میں اس درجہ شرم وحیاء تھی کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حیا کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے تکلفی کے ساتھ تشریف فرما تھے، زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔ اسی حالت میں حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو سنبھل کر بیٹھ گئے اور زانوئے مبارک پر کپڑا برابر کر لیا۔ لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے لئے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ کی حیاء سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔ **(بخاری ج ۲ مناقب حضرت عثمانؓ)** اسی قسم کا ایک اور واقعہ حضرت عائشہؓ بھی بیان فرماتی ہیں۔ **(مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۷۱)** حضرت ذوالنورین کی حیاء کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی وہ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا زہد وتقویٰ

حضرت عثمانؓ اگرچہ کچھ اپنی خلقی ناتوانی اور ضعف پیری کے باعث اور کسی قدر اس سبب سے کہ انہوں نے ناز ونعمت میں پرورش پائی تھی ہلکی غذا اور نرم پوشاک استعمال کرنے پر مجبور تھے اور فاروق اعظمؓ کی طرح موٹا جھوٹا کپڑا اور روکھا پھیکا نہیں کھا سکتے تھے۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ آپ عیش وتنعم کے گرویدہ تھے بلکہ انہوں نے باوجود غیر معمولی دولت وثروت کے کبھی امیرانہ زندگی اختیار نہیں فرمائی اور نہ کبھی صرف زیب وزینت کی چیزیں استعمال کیں۔ قز ایک خوش وضع رومی کپڑا تھا جو عرب کا مطبوع عام لباس تھا۔ امراء متوسط درجہ کے لوگ بھی اس کو پہننے لگے تھے، لیکن حضرت عثمانؓ نے کبھی اس کو

استعمال نہ فرمایا اور نہ اپنی بیویوں کو استعمال کرنے دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی تواضع کا عالم

تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ گھر میں بیسیوں لونڈی اور غلام موجود تھے، لیکن اپنا کام آپ ہی کر لیتے تھے اور کسی کو تکلیف نہ دیتے، رات کو تہجد کے لئے اٹھتے اور کوئی بیدار نہ ہوتا تو خود ہی وضو کا سامان کر لیتے اور کسی کو جگا کر اس کی نیند خراب نہ فرماتے۔ اگر کوئی درشت کلامی کرتا تو آپ نرمی سے جواب دیتے۔ ایک دفعہ عمرو بن العاص نے اثنائے گفتگو میں حضرت عثمانؓ کے والد کی شرافت پر طعنہ زنی کی۔ حضرت عثمانؓ نے نرمی سے جواب دیا کہ عہد اسلام میں زمانۂ جاہلیت کا کیا تذکرہ ہے۔ **(طبری ص ۲۹۶۶)**

اسی طرح ایک دفعہ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی، عثمان توبہ کر اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ۔ حضرت عثمانؓ نے اسی وقت قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا:۔

● ''یعنی اے خدا میں پہلا توبہ کرنے والا ہوں جس نے تیری درگاہ میں رجوع کیا''

آپ کی ایثار کا جزبہ

آپ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ چنانچہ اپنے زمانۂ خلافت میں ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے ایک حبہ نہیں لیا۔ **(ایضاً ص ۲۹۵۳)**

● اور اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔

● حضرت عمرؓ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا۔ اس حساب سے حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں ساٹھ ہزار درہم کی گراں قدر رقم مسلمانوں کے لئے چھوڑ دی، جو درحقیقت ایثار نفس کا نمونہ ہے۔

آپ کی فیاضی

حضرت عثمان عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے، اس کے ساتھ خدا نے

فیاض طبع بھی بنایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی فیاضی، اپنے مال و دولت سے اس وقت اسلام کو فائدہ پہنچایا جب اس امت میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر موجود نہ تھا۔

● مدینہ میں تمام کنوئیں کھاری تھے صرف بیر رومہ جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا شیریں تھا، حضرت عثمانؓ نے رفاہ عام کے خیال سے اس کو بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور مسجد نبویؐ میں جگہ کی تنگی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہونے لگی تو حضرت عثمانؓ نے ایک گراں قدر رقم صرف کر کے اس کی توسیع کرائی۔

● آپ کی فیاضی کا سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ہزاروں روپے کے صرف سے مجاہدین کو آراستہ کیا۔ یہ فیاضی ایسے وقت میں ظاہر ہوئی جبکہ عام طور پر مسلمانوں کی عسرت اور تنگی نے پریشان کر رکھا تھا اور دوسری طرف قیصر روم کی جنگی تیاریوں سے خود رسول اللہ ﷺ کو تشویش دامن گیر تھی۔

● مذکورہ بالا فیاضیوں کے علاوہ روزانہ جود و کرم اور صدقہ و خیرات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ **(نزہۃ الابرار قلمی ص ۴۱ کتب خانہ حبیب گنج)**

بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری

بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے تھے۔ مسلمانوں کی عسرت و تنگ حالی سے ان کو دلی صدمہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایک جہاد میں ناداری اور مفلسی کے باعث مسلمانوں کے چہرے اداس تھے اور اہل نفاق ہشاش ہر طرف اکڑتے پھرتے تھے۔ اسی وقت چودہ اونٹوں پر سامان خورد و نوش بار کر کے رسول کریم ﷺ کے پاس بھیجا کہ اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرا دیں۔ **(کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۴)**

اعزہ اور احباب کے ساتھ حسن سلوک

اعزہ اور احباب کے ساتھ مسلوک ہوتے تھے اور ان کی پرورش فرماتے تھے۔ آپ کے چچا حکم بن العاص کو رسول اللہ ﷺ نے طائف کو جلاوطن کر دیا تھا، حضرت

عثمانؓ نے بارگاہ نبوت میں کوشش کر کے ان کی خطا معاف کرائی اور اپنے عہد میں مدینہ بلوایا اور جیب خاص سے ان کی اولاد کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ **(طبری ص ۲۹۵۴)**

اوران کے لڑکے مروان سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر کے جہیز میں ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ عبداللہ بن عامرؓ، عبداللہ بن ابی سرحؓ، عثمان بن ابن العاصؓ، امیر معاویہؓ، حضرت عثمانؓ کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے اوران کے عہد خلافت میں ممتاز عہدوں پر متعین رہے احباب کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ ان کی ضرورت پر بڑی بڑی رقمیں قرض دیتے تھے اور بسا اوقات واپس نہیں لیتے تھے ایک دفعہ حضرت طلحہؓ نے ایک بڑی رقم قرض لی، کچھ دنوں بعد واپس دینے آئے تو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری مروت کا صلہ ہے۔ **(طبری ص ۳۰۳۷)**

صبر و تحمل کے پیکر

صبر و تحمل کے پیکر تھے، مصائب و آلام کو نہایت صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس بردباری ضبط اور تحمل کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ سینکڑوں وفا شعار غلام اور ہزاروں معاون و انصار سرفروشی کے لئے تیار تھے مگر اس ایوب وقت نے خونریزی کی اجازت نہ دی اور اپنے اخلاق کریمانہ کا آخری منظر دکھا کر ہمیشہ کے لئے دنیا سے روپوش ہو گیا۔

مذہبی زندگی

دن کے وقت مہمات خلافت میں مصروف رہتے اور رات کا اکثر حصہ عبادت و ریاضت میں بسر فرماتے تھے، کبھی کبھی رات بھر جاگتے اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ **(ابن سعد)**

دوسرے تیسرے دن عموماً روزہ رکھتے تھے کبھی کبھی مہینوں روزے سے رہتے ،اور شب کے وقت صرف اس قدر کھا لیتے تھے کہ سد رمق کے لئے کافی ہو۔

ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے، خود امیر الحج کے فرائض انجام دیتے

تھے خصوصاً ایام خلافت میں کوئی سال حج سے خالی نہیں گزرا۔ البتہ جس سال شہید ہوئے اس سال محصور ہونے کے باعث نہ جا سکے۔

گھریلو حالات

حضرت عثمانؓ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت اوسؓ بن ثابت کے مہمان ہوئے اور غالباً عرصہ تک ان ہی کے مکان میں مقیم رہے۔ اس کے بعد اپنے عہد خلافت میں مسجد نبویؐ کے قریب ایک محل تعمیر کرایا، جو عظمت و شان میں مدینہ کی تمام عمارتوں سے ممتاز تھا۔ یہ جگہ اب بھی سیدنا عثمانؓ کے نام سے مشہور ہے اور کچھ حصہ مغربی حاجیوں کا زاویہ ہے اور یہاں ایک کتب خانہ، کتب خانہ سیدنا عثمانؓ کے نام سے قائم ہے۔ مسجد نبویؐ کے پشت پر گلی کی دوسری طرف ایک مکان کے دروازے پر مشہد سیدنا عثمانؓ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

معاشی وسائل

معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، عرب میں کوئی ان سے بڑا دولتمند تاجر نہ تھا، اس غیر معمولی دولت و ثروت کے باعث ان کو غنی کا خطاب دیا گیا تھا۔

آپ کی مالی حیثیت

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو جو اس معرکہ میں شریک تھے، جاگیریں عطا کی تھیں، حضرت عثمانؓ کے حصہ میں بھی ایک قطعہ زمین کا آیا تھا، اس کے علاوہ انہوں نے مختلف مقامات میں جائدادیں خریدی تھیں، مدینہ سے قریب مقام بقیع میں بھی ایک نہایت وسیع قطعہ خریدا تھا جس کو انہوں نے قبرستان کے لئے وقف فرما دیا تھا۔

آپ کی زراعت

جہاں تک معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ خود زراعت نہیں فرماتے تھے، البتہ اپنی زمین کو بٹائی پر دیتے تھے کہ پیداوار میں سے دو ثلث کاشت کار کو ملتا تھا اور صرف ایک ثلث آپ کا حق ہوتا تھا۔

غذا میں سادگی اور صفائی کا مزاج

ضعف اور پیری کے باعث غذا عموماً نرم، ہلکی اور زود ہضم تناول فرماتے تھے دستر خوان پر عموماً اعزہ واحباب کا مجمع رہتا تھا۔ مزاج میں نفاست اور طہارت تھی، جب سے مسلمان ہوئے روزانہ غسل کیا کرتے تھے، ہمیشہ اچھے کپڑے پہنتے تھے اور عطر لگاتے تھے۔ **(ابن حنبل ۱۔ ۶۷)**

لباس

ابن سعد نے آپ کے لباس کا خاص عنوان باندھا ہے، گو آپ اچھے کپڑے استعمال فرماتے تھے لیکن اس میں تکلفات کو دخل نہیں ہوتا تھا، ایسے کپڑوں سے نہایت پرہیز کرتے تھے، جس سے مزاج میں غرور، تکبر اور خود بینی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے، نفط ایک خاص قسم کا رومی کپڑا تھا جو امرائے عرب میں عموماً نہایت مطبوع تھا لیکن انہوں نے اس کو کبھی استعمال نہیں کیا اور نہ اپنی بیویوں کو پہننے دیا۔ تمام عمر پائجامہ نہیں پہنا۔ صرف شہادت کے وقت ستر کے خیال سے پہن لیا تھا، عموماً تہ بندوہ پہنتے تھے اس کی قیمت پانچ درہم (ایک روپیہ) سے زیادہ نہ تھی۔ **(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۹۲)**

آپ کا حلیہ مبارک

صورۃً خوش رو اور خوب صورت تھے۔ رنگ گندم گوں، قد معتدل، ناک بلند اور خم دار، رخسار پر گوشت اور ان پر چیچک کے ہلکے ہلکے داغ، داڑھی گھنی اور طویل، سر کے بال گھنے اور بڑے بڑے، یہاں تک کے زلف کانوں تک پہنچتی تھی، بعض روایات کے مطابق بالوں میں خضاب فرماتے تھے، دانت پیوستہ اور چمکدار تھے جن کو سونے کے تار سے باندھ کر مضبوط کیا گیا تھا۔

آپ کی ازواج واولاد

مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، پہلی بیوی رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں۔ حبشہ کی ہجرت میں وہ آپ کے ساتھ تھیں۔، واپس آکر مدینہ منورہ کی ہجرت میں شریک ہوئیں۔ ایک سال زندہ رہیں ۔۔۔ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے موقع پر وفات پائی۔ ان سے

عبداللہ نام ایک فرزند تولد ہوا تھا جس نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے ۳ھ میں نکاح ہوا۔ انہوں نے بھی نکاح کے چھ سات برس ۔۔۔ ۹ھ میں وفات پائی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حسب ذیل نکاح کئے:

- فاختہ بنت غزوان۔ ان کے بطن سے بھی ایک فرزند تولد ہوا۔ عبداللہ نام تھا لیکن وہ بھی بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔
- ام عمرو بنت جندب۔ ان کے بطن سے عمرو، خالد، ابان، عمر اور مریم پیدا ہوئے۔
- فاطمہ بنت ولید۔ یہ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے ولید اور سعید کی ماں ہیں۔
- ام البنین بنت عیتیہ۔ ان سے عبدالملک پیدا ہوئے۔ انہوں نے بھی بچپن ہی میں وفات پائی۔
- رملہ بنت شیبہ۔ عائشہؓ، ام ابان اور ام عمرو ان کے بطن سے تولد ہوئیں۔
- نائلہ بنت الفرافصہ۔ شہادت کے وقت موجود تھیں۔ ان کے بطن سے مریم بنت عثمانؓ پیدا ہوئیں۔ صاحبزادوں میں سے نامور حضرت ابان ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عثمان غنیؓ کا خاص وصف حیا اور نرم دلی کا جزبہ ہم سب کو اندر پیدا فرمائے اور کسی صحابی کی متعلق کسی بھی قسم کے باطل خیالات سے محفوظ فرمائے۔ اکثر حالات منافقین کی سورش کا نتیجہ تھے اس لئے خلفۂ راشدین یا کسی بھی صحابہ کے متعلق لب کشائی کرنا اپنے ایمان سے خالی ہونا ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امت میں اعتدا کے ساتھ واقعات کو سمجھ کر اس سے نصیحت لینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ والسلام

دعاؤں کا طالب
محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۰۲۰/۲/۵ء